جلد ۱۸ اخاء ۱۳۵۶ھش شمارہ ۱۰

اکتوبر ۱۹۷۷ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

# ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ اشتراک

پاکستان — دس روپے

بیرونی ممالک ہوائی ڈاک — اسی روپے

بیرونی ممالک بحری ڈاک — چالیس روپے

قیمت فی پرچہ ھذا— ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تأمرون بالمعروف وتنہون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

# ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

اخاء سنہ ۱۳۵۶ ہش

شوال سنہ ۱۳۹۷ھ

اکتوبر سنہ ۱۹۷۷ء

ایڈیٹر

سید عبدالحی

قیمت سالانہ دس روپے — فی پرچہ ایک روپیہ

## فہرست مضامین



پبلشر ..... چوہدری محمد ابراہیم

مطبع ..... ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام ..... دفتر ماہنامہ انصار اللہ

اشاعت ..... دار الصدر جنوبی ربوہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

جلد ۱۸ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱۰

اخاء ۱۳۵۶ ہش

# استغفار

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ
اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (الزمر ۵۴)

ترجمہ اے رسول! تو (ان کو ہماری طرف سے) کہہ دے اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جان پر (گناہ کرکے) ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ وہ بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

معصومین کے سوا جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ہر انسان اپنی بشری کمزوریوں اور نفسِ امّارہ کی پیروی کے نتیجہ میں کسی نہ کسی حد تک گناہ میں ملوث ہوتا ہے۔ انسان فطرتاً اپنے گناہوں پر نادم بھی ہوتا ہے۔ نادم ہونے کی صورت میں بعض دفعہ انسان گناہوں کی معافی اور اپنی نجات سے مایوس ہو کر مزید گناہوں میں الجھتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں انسان کو یہ خوشخبری دی ہے کہ اللہ تعالیٰ غفار ہے۔ وہ تمام گناہ بخشنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اس لئے انسان کو مایوس ہونے کی بجائے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل کرنے کا طریق استغفار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ
اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (النساء ۱۱۱)

کہ جو شخص کوئی برائی کرتا ہے یا (گناہ کا ارتکاب کرکے) اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے۔ والمستغفرین بالاسحار (آل عمران) کہ وہ رات کے آخری حصہ میں اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں بار بار یہ تلقین کی گئی ہے کہ انسان کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے رہنا چاہیئے۔

حقیقت یہ ہے کہ استغفار ایک نیک طینت انسان کا فطرتی ردّ عمل ہے۔ گناہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی سچی ندامت اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم اسے بہت حد تک گناہوں سے بچاتا ہے۔ اور سابقہ گناہوں کی تلافی ہو جاتی ہے۔ یہ اسلام کی ہی خصوصیت ہے کہ اس نے مایوس انسان کو نجات کی بشارت دی اور خدا تعالیٰ کی مغفرت حاصل کرنے کا طریق انسان کو سکھایا۔

استغفار کی حقیقت کو پورے طور پر سمجھنے کے لئے اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اور ملفوظات کا مطالعہ ضروری ہے۔ ذیل میں حضور کے کلام میں سے چند اقتباسات پیش ہیں۔

## استغفار کے معنی —

"استغفار کے حقیقی اور اصلی معنی یہ ہیں کہ خدا سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہو اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے۔ اور اپنی حمایت اور نصرت کے حلقہ کے اندر لے لے۔ یہ لفظ غفر سے لیا گیا ہے جو ڈھانکنے کو کہتے ہیں۔ سو اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخص مستغفر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے۔ لیکن بعد اس کے عام لوگوں کے لئے اس لفظ کے معنے اور بھی وسیع کئے گئے ہیں اور یہ بھی مراد ہے کہ خدا گناہ کو جو صادر ہو چکا ہو ڈھانک لے لیکن اصل اور حقیقی معنی یہی ہیں کہ خدا اپنی خدائی کی طاقت کے ساتھ مستغفر کو جو استغفار کرتا ہے فطرتی کمزوری سے بچاوے۔ اور اپنی طاقت سے طاقت بخشے۔ اور اپنے علم سے علم عطا کرے اور اپنی روشنی سے روشنی دے۔" (ریویو آف ریلیجنز جلد اوّل ص۱۹۱)

## استغفار کا طریق —

"خوب یاد رکھو کہ لفظوں سے کچھ کام نہیں بنے گا۔ اپنی زبان سے بھی استغفار ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ پچھلے گناہوں کو معاف کرے اور آئندہ گناہوں سے محفوظ رکھے اور نیکی کی توفیق دے اور یہی حقیقی استغفار ہے۔ کچھ ضرورت نہیں کہ یونہی استغفر اللہ استغفر اللہ کہتا پھرے اور دل کو خبر تک نہ ہو۔ یاد رکھو کہ خدا تک وہی بات پہنچتی ہے جو دل سے نکلتی ہے۔ اپنی زبان میں ہی خدا تعالیٰ سے بہت دعائیں مانگنی چاہئیں اس سے دل پر بھی اثر ہوتا ہے۔ زبان تو صرف دل کی شہادت دیتی ہے۔ اگر دل میں جوش پیدا ہو اور زبان بھی ساتھ مل جائے تو اچھی بات ہے۔ بغیر دل کے صرف زبانی دعائیں عبث ہیں۔ ہاں دل کی دعائیں اصلی دعائیں ہوتی ہیں۔ جب قبل از وقت بلا انسان اپنے دل ہی دل میں خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگتا رہتا ہے۔ اور استغفار کرتا رہتا ہے۔ تو پھر خداوند

رحیم وکریم ہے وہ بلا ٹل جاتی ہے۔ لیکن جب بلا نازل ہوجاتی ہے پھر نہیں ٹلا کرتی۔ بلا کے نازل ہونے سے پہلے دعائیں کرتے رہنا چاہیئے اور بہت استغفار کرنا چاہیئے۔ اس طرح سے خدا بلا سے محفوظ رکھتا ہے۔" (ملفوظات جلد نہم ص۳۴۲)

## استغفار کو توبہ پر تقدم حاصل ہے۔

" استغفار اور توبہ دو چیزیں ہیں۔ ایک وجہ سے استغفار کو توبہ پر تقدم ہے۔ کیونکہ استغفار مدد اور قوت ہے جو خدا سے حاصل کی جاتی ہے۔ اور توبہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ہے۔ عادت اللہ یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے گا تو خدا تعالیٰ ایک قوت دے دیگا۔ اور پھر اس وقت کے بعد انسان اپنے پاؤں پر کھڑا ہوجائیگا۔ او رنیکیوں کے کرنے کے لئے اس میں ایک قوت پیدا ہوجاوے گی جس کا نام تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ ہے۔ اس لئے طبعی طور پر بھی یہی ترتیب ہے۔ غرض اس میں ایک طریق ہے جو سالکوں کے لئے رکھا ہے کہ سالک ہر حالت میں خدا سے استمداد چاہے۔ سالک جب تک اللہ تعالیٰ سے قوت نہ پائے گا کیا کرسکے گا۔ توبہ کی توفیق استغفار کے بعد ملتی ہے اگر استغفار نہ ہو تو یقیناً یاد رکھو کہ توبہ کی قوت مرجاتی ہے۔ پھر اگر اس طرح پر استغفار کرو گے اور پھر توبہ کرو گے تو نتیجہ یہ ہوگا یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے۔ کہ اگر استغفار اور توبہ کرو گے۔ تو اپنے مراتب پالو گے۔" (ملفوظات جلد ۲ ص۶۸، ۶۹)

## استغفار ایک تعویذ ہے

" اطباء بڑے بڑے پرہیزوں اور حفظ ماتقدم کے لئے احتیاطیں بتاتے ہیں۔ اگرچہ سلسلہ اسباب کا اور ان کی رعایت درست ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ محدود العلم ضعیف انسان کہاں تک بچا بچا کر غذا اور پانی کا استعمال کیا کرے۔ میرے نزدیک تو استغفار سے بڑھ کر اور کوئی تعویذ اور حرز اور کوئی احتیاط و دوا نہیں۔ میں تو اپنے دوستوں سے کہتا ہوں کہ خدا سے صلح وموافقت پیدا کرو۔ اور دعاؤں میں مصروف رہو۔" (ملفوظات جلد ا ص۳۰۵)

## استغفار کی تلقین

" میں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ جو لوگ قبل از نزول بلا دعا کرتے ہیں اور استغفار کرتے اور صدقات دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرتا ہے اور عذاب الٰہی سے ان کو بچا لیتا ہے۔ میری ان باتوں کو قصہ کے طور پر نہ سنو۔ میں نصحاً للّٰہ کہتا ہوں۔ اپنے حالات پر غور کرو۔ اور آپ بھی اور اپنے دوستوں کو بھی دعائیں لگ جانے کے لئے کہو۔ استغفار عذاب الٰہی اور مصائب شدیدہ کے لئے سپر کا کام دیتا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ایسی حالت میں عذاب نہیں دیتا جبکہ وہ استغفار کر رہے ہوں (ناقل) اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ عذاب الٰہی سے محفوظ رہو تو استغفار کثرت سے پڑھو۔" (ملفوظات جلد ا ص۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس سے مغفرت طلب کرتے رہیں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

—(کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)—

# تکبّر

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبّر جیسی اور کوئی بلا نہیں یہ ایک ایسی بُلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رسوا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا رحم ہر ایک موحد کا تدارک کرتا ہے مگر متکبّر کا نہیں۔ شیطان موحد ہونے کا دم مارتا تھا مگر چونکہ اس کے سر میں تکبّر تھا اور آدم کو جو خدا تعالیٰ کی نظر میں پیارا تھا جب اس نے توہین کی نظر سے دیکھا اور اس کی نکتہ چینی کی اس لئے وہ مارا گیا اور طوقِ لعنت اس کی گردن میں ڈالا گیا۔ سو پہلا گناہ جس سے ایک شخص ہمیشہ کے لئے ہلاک ہوا تکبّر ہی تھا۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۹۸)

اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:-

"مَیں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبّر سے بچو۔ کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شائد نہیں سمجھو گے کہ تکبّر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو۔ مَیں خدا کی روح سے بولتا ہوں۔ ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ تکبّر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ قرار دیتا ہے کیا خدا قادر نہیں کہ اس کو دیوانہ کر دے۔ اور اس کے بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اس سے زیادہ عقل اور علم اور ہنر دے دے۔ ایسا ہی وہ شخص اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصور کر کے اپنے کسی بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبّر ہے۔ کیونکہ وہ اس بات کو

بھول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اسکو دی تھی اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اَسْفَلُ السَّافِلِیْن میں جا پڑے اور اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حسن اور جمال اور قوت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزا سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اس کے بدنی عیوب لوگوں کو سناتا ہے وہ بھی متکبر ہے اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی سے اسکو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سست ہے وہ بھی متکبر ہے۔ کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھتا ہے۔ سو تم اے عزیزو! ان تمام باتوں کو یاد رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔

ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے اور ایک غریب بھائی جو اسکے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے اور جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اسکی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اس سے کرو۔"

(نزول المسیح صفحہ ۲۴-۲۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم عربی کلام

# مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سَقَى فَيْهَجَ الْعِرْفَانِ كُلَّ مُصَاحِبٍ ۔ فَبِنَشْوَةِ الصَّهْبَاءِ سُرُّوْا وَاَبْشَرُوْا
وَقَدْ رَاحَ وَالْمَخْلُوْقُ فِيْ ظُلُمَاتِهٖ ۔ وَجَهَلَاتِهٖ مِثْلَ الْاَوَابِدِ يَنْفِرُ
فَاَكْمَلَهُمْ قَوْلًا وَّفِعْلًا وَّمِيْسَمًا ۔ وَاَيْقَظَهُمْ فَاسْتَيْقَظُوْا وَتَطَهَّرُوْا
رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ضَعَّفَ اللّٰهُ شَانَهٗ ۔ وَبَدْرٌ مُّنِيْرٌ لَا يُضَاهِيْهِ نَيِّرُ
وَكَافَحَ اَمْرَ الْمُسْلِمِيْنَ بِنَفْسِهٖ ۔ وَعَلَّمَهُمْ سُنَنَ الْهُدٰى فَتَبَصَّرُوْا
بِاُمَّتِهٖ اَحْفٰى مِنَ الْاَبِ بِابْنِهٖ ۔ شَفِيْعٌ كَرِيْمٌ مُّشْفِقٌ وَّمُحَذِّرٌ
فَمَنْ جَاءَهٗ طَوْعًا وَّصِدْقًا فَقَدْ نَجَا ۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ اَحْكَامِهٖ فَيُتَبَّرُ

(کرامات الصادقین)

- اس نے ہر مصاحب کو جامِ عرفان پلایا اور پھر اس شرابِ معرفت کے نشے سے وہ مسرور اور خوش ہو گئے۔
- وہ اس وقت آیا جب مخلوق اپنی تاریکیوں اور اپنی جہالتوں میں وحشی جانوروں کی طرح بھٹک رہی تھی۔
- اس نے آکر انہیں قول و فعل اور اخلاقِ حسنہ میں کامل کیا اور انہیں بیدار کیا چنانچہ وہ بیدار بھی ہو گئے اور پاک بھی۔
- وہ رسول کریم ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی شان بہت بڑھائی ہے۔ وہ ایسا بدرِ منیر ہے کہ کوئی نور دینے والا وجود اس کی نظیر نہیں بن سکتا۔
- اس نبی نے مسلمانوں کے معاملات کو خود ہاتھ میں لیا اور انہیں ہدایت کے ایسے طریقے سکھائے کہ وہ صاحبِ بصیرت بن گئے۔
- وہ اپنی امت پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جتنا ایک باپ اپنے بیٹے پر ہوتا ہے۔ وہ شفیع ہیں، کریم ہیں، مشفق اور خدا تعالیٰ کا خوف دلانے والے ہیں۔
- جو بھی اس کے پاس رغبت اور صدق و صفا کے ساتھ آیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس کے احکام سے اعراض کیا وہ ہلاک کر دیا جائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم فارسی کلام

# مدحِ اُو خود فخرِ ہر مدحت گرے

(صلی اللہ علیہ وسلم)

جائے اُو جائیکہ طیرِ قدس را ۔۔۔ سوزد از انوارِ آں بال و پرے
آں خداوندش بداد آں شرعِ دیں ۔۔۔ کاں نگردد تا ابد متغیرے
تافت اوّل بر دیارِ تازیاں ۔۔۔ تازیانش را نشود درماں گرے
بعد ازاں آں نورِ دین و شرعِ پاک ۔۔۔ شُد محیطِ عالمے چوں چنبرے
خلق را بخشید از حق کامِ جاں ۔۔۔ وارہانیدہ ز کامِ اژدرے
یکطرف حیراں از و شاہانِ وقت ۔۔۔ یک طرف مبہوت ہر دانشورے
نے بعلمش کس رسید و نے بزور ۔۔۔ ور شکستہ کبرِ ہر متکبرے
اُو چہ می دارد بمدحِ کس نیاز ۔۔۔ مدحِ اُو خود فخرِ ہر مدحت گرے

(براہین احمدیہ)

- آنحضرتؐ کا مقام وہ ہے جس کے انوار سے جبرائیل کے پر و بال جلتے ہیں۔
- وہ جس کو اس کے خداوند نے وہ شریعت اور وہ دین عطا کیا جو ابد تک تبدیل نہیں ہوگا۔
- وہ آفتاب پہلے تو عربوں کے ملک پر ضیا پاش ہوا تا ان کی خرابیوں کو دور فرمائے۔
- پھر اُس پاک شریعت اور دینِ حق کا نور تمام عالم پر آسمان کی طرح محیط ہوا۔
- اس نے مخلوق کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مقصدِ زندگی بخشا۔ اور ایک اژدہے کے منہ سے اسکو رہائی دلائی۔
- ایک طرف شاہانِ وقت اس سے حیران ہیں اور دوسری طرف ہر دانشور مبہوت ہے۔
- نہ کوئی اس کے علم تک پہنچ سکا اور نہ کوئی اسکی قوت تک اور اس نے ہر متکبر کے تکبر کو توڑ کر رکھ دیا۔
- اسے کسی کی تعریف کی کیا حاجت اس کی مدح کرنا تو مدح کرنے والے کے لئے باعثِ فخر ہے۔

# حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک انٹرویو

## عیسائیت پر تبصرہ اور حضور کی صداقت کے چند اہم دلائل

۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء کو ایک انگریز اور لیڈی جنہوں نے اپنے آپ کو امریکہ (شکاگو) کے رہنے والے ظاہر کیا اور کہ وہ سیاحت کی غرض سے ملک بہ ملک پھر رہے ہیں اور ہندوستان میں بھی یہاں کے پولیٹکل اور ریلیجس حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے واسطے آئے ہیں۔ لاہور سے ہمراہی ایک سکاچ انگریز قادیان میں قریب دس بجے کے پہنچے۔ مسجد مبارک کے نیچے ان کو دفتروں میں اچھی طرح سے بٹھایا گیا اور چونکہ انہوں نے حضرت اقدس سے ملاقات کرنے کی درخواست کی۔ اس لئے حضرت اقدس بھی وہاں تشریف لے آئے اور سلسلہ گفتگو مترجم ڈپٹی علی احمد صاحب جناب مفتی محمد صادق صاحب کے ذریعہ ہوا۔ اس انٹرویو کی رپورٹنگ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے کی ہے۔

**سوال** ۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ نے مسٹر ڈوئی کو کوئی چیلنج دیا تھا۔ کیا یہ درست ہے۔

**جواب** ۔ ہاں یہ درست ہے ہم نے ڈوئی کو چیلنج دیا تھا۔

**سوال** ۔ کس بناء پر آپ نے اس کو چیلنج دیا تھا۔

**جواب** ۔ ڈوئی نے دعوے کیا تھا کہ میں خدا کا رسول ہوں اور یہ کہ خدا نے مجھے بذریعہ الہام یہ بتایا ہے کہ مسیح خدا کا بیٹا اور خود خدا تھا اور کہ خود مسیح نے مجھے بحیثیت خدا ہونے کے ایسا الہام کیا ہے۔ اور کہ (نعوذ باللہ) آنحضرت ؐ جھوٹے تھے۔ چونکہ ہمیں خدا نے بذریعہ اپنے الہام کے بتایا ہے کہ مسیح نہ خدا تھا، نہ خدا کا بیٹا بلکہ صرف ایک پاکباز انسان اور رسول تھا اور کہ ڈوئی اپنے اس دعویٰ رسالت میں کاذب ہے۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ ایک ہی وقت میں اسی ایک ہی خدا کی طرف سے ایک دوسرے کے بالکل متضاد اور مخالف راہوں پر چلنے والے دو رسول موجود ہوں۔ پس چونکہ اس طرح سے دنیا میں فساد پیدا ہوتا اور حق و باطل میں امتیاز اٹھ جاتا ہے ہم نے اسے صادق اور کاذب کے فیصلہ کرنے کے لئے چیلنج دیا۔ اگرچہ مسیح کو ابن اللہ اور پھر واحد یگانہ خدا ماننے والے لوگ دنیا میں بہت پائے جاتے ہیں مگر ان پر ایسا افسوس نہیں کیونکہ وہ خیالات اور قصے محض پرانے قصے کہانیوں کی بناء پر ہیں اور وہ لوگ منقولات کے پیرو ہیں۔ مگر ڈوئی نے تو اپنے اس دعوے نے خدا

پر ایک افترا کیا اور اس طرح سے خدا پر تہمت باندھ کر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہا تھا اور وہ تو کہتا تھا کہ خود خدا نے مجھے ایسا بتایا ہے اور بحیثیت خدا کے ایک رسول ہونے کے وہ مسیح کی ابنیت اور الوہیت کی منادی کر کے لوگوں کو گمراہ کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اسے اس فیصلہ کے واسطے چیلنج دیا۔

سوال۔ ڈوئی نے تو ایک جھوٹا دعوے کیا تھا کیونکہ وہ اپنی صداقت ثابت نہیں کر سکا اور بائیبل میں لکھا ہے کہ آخر زمانے میں جھوٹے نبی آئیں گے۔ تو پھر آپ کے دعوے کی سچائی کی کیا دلیل ہے؟

جواب۔ فرمایا۔

بائیبل میں جہاں یہ لکھا ہے کہ جھوٹے نبی آئیں گے وہاں سچے نبی کے آنے کی نفی تو نہیں کی گئی۔ یہ تو نہیں لکھا کہ سچا نہیں آئے گا بلکہ جھوٹے نبیوں کا آنا خود بخود اس امر کی صراحت کرتا ہے کہ ان میں سچا بھی ہوگا۔

سوال۔ حضرت مسیح نے مُردے زندے کئے تھے چنانچہ ایک شخص جس کا نام لعزر تھا اسے زندہ کرنا ثابت ہے۔ اور بائیبل حضرت مسیح کی وفات کے بہت جلد بعد ہی ضبطِ تحریر میں لائی گئی۔ اور بجز حضرت مسیح کے کسی اور کا مردے زندہ کرنا ثابت نہیں ہے۔ پس یہ شہادت ان کے دعوے کی دلیل اور ثبوت کے واسطے کافی ہے۔

جواب۔ مُردوں کا زندہ ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بھی قرآن شریف میں مذکور ہے۔ مگر ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مُردے زندہ کرنے کو روحانی رنگ میں مانتے ہیں نہ کہ جسمانی رنگ میں اور اسی طرح حضرت عیسٰی کا مُردے زندہ کرنا روحانی رنگ میں مانتے ہیں نہ کہ جسمانی طور پر۔ اور یہ امر کوئی حضرت عیسٰے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ بائیبل میں لکھا ہے کہ ایلیا نبی نے بھی بعض مُردے زندہ کئے تھے۔ بلکہ وہ حضرت عیسٰے سے اس کام میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اگر فرضِ محال کے طور پر ہم مان بھی لیں کہ بائیبل میں حضرت عیسٰےؑ کا حقیقی مُردوں کے زندہ کرنے کا ذکر ہے تو پھر ساتھ ہی ایلیا نبی کو بھی خدا ماننا پڑے گا۔ اس میں حضرت عیسٰے کی خدائی کی خصوصیت ہی کیا ہوئی اور مابہ الامتیاز کیا ہوا بلکہ لیسعیاہ نبی کے متعلق تو یہاں تک بھی لکھا ہے کہ مُردے ان کے جسم سے چھو جانے پر ہی زندہ ہو جایا کرتے تھے۔ ان باتوں سے جو کہ اس بائیبل میں درج ہیں صاف شہادت ملتی ہے کہ مُردوں کا زندہ کرنا حضرت مسیح کی خدائی کے واسطے کوئی دلیل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس کو دلیل مانا جاوے۔ تو کیوں ان دوسرے لوگوں کو بھی جنہوں نے حضرت مسیح سے بھی بڑھ کر یہ کام کیا خدا نہ مانا جاوے اور خدائی کا خاصہ صرف حضرت مسیح کی ذات تک ہی محدود و مخصوص رکھا جاوے بلکہ ہمارے خیال میں تو حضرت موسٰے کا سوٹے کا سانپ بنانے کا معجزہ مُردہ زندہ کرنے سے بھی کہیں بڑھ کر ہے۔ کیونکہ مُردے کو زندہ سے ایک تشبیہ اور لگاؤ بھی ہے کیونکہ وہی چیز ابھی زندہ تھی اور مُردے میں زندہ ہونے کی ایک استعداد خیال کی جا سکتی ہے۔ مگر سانپ کو سوٹے سے کوئی بھی نسبت اور تعلق نہیں ہے۔ وہ ایک نبات کی قسم کی چیز اور وہ سانپ۔ تو یہ سوٹے کا سانپ بن جانا تو مُردوں کے زندہ ہو جانے سے

نہایت ہی عجیب بات ہے۔ لہذا حضرت موسےٰ کو بڑا خدا ماننا چاہیئے۔ مگر حقیقی اور اصلی بات یہ ہے کہ ہم حقیقی مُردوں کی زندگی کے قائل نہیں ہیں۔

**سوال** ۔ حضرت مسیح ازلی ابدی ہیں اور وہ اب بھی زندہ ہیں اور اس وقت خدا کے دا ہنے ہاتھ بیٹھے ہیں۔ ان کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس میں یہ خاصے پائے جاتے ہوں۔

**جواب** ۔ ہم قطعی طور سے انکار کرتے ہیں کہ کوئی حقیقی مردے بھی زندہ کر سکتا ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ وَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ۔

باقی رہنے آپ کے دعوے سو ہم ان کو بغیر کسی دلیل کے قبول نہیں کر سکتے۔ مُردوں کے زندہ کرنے کے ساتھ ان کا خود ازلی ابدی ہونا اور اب زندہ خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہونا بھی آپ کے دعوے ہیں جن کی کوئی دلیل آپ نے پیش نہیں کی۔ اور دلیل کی جگہ ایک اور دعوے پیش کر دیا۔

حضرت عیسےٰ کو بھی ہم اور انبیاء کی طرح خدا تعالےٰ کا ایک نبی یقین کرتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی راہ میں صدق اور اخلاص رکھنے والے لوگ خدا تعالےٰ کے مقرب ہوتے ہیں۔ جس طرح خدا تعالےٰ نے اپنے اور مخلص بندوں کے حق میں بباعث ان کے کمال صدق اور محبت کے بیٹے کا لفظ بولا ہے۔ اس طرح سے حضرت عیسےٰ بھی انہی کی ذیل میں ہیں۔ حضرت عیسےٰ میں کوئی ایسی بڑی طاقت نہ تھی جو اور نبیوں میں نہ پائی جاتی ہو اور نہ ہی ان میں کوئی ایسی نئی بات پائی جاتی ہے جس سے دوسرے محروم رہے ہوں اور اگر عیسےٰ میں مردے زندہ کرنے کی طاقت تھی تو اب بھی ان کا پیرو مُردے زندہ کر کے دکھائے۔ مُردے زندہ کرنے تو درکنار بلکہ ہمارے مقابلہ میں کوئی نشان ہی دکھا دیوے۔

دیکھو انسان اپنی انسانی حدود اور بشریت کے اندر ترقی مدارج کر سکتا ہے نہ یہ کہ وہ خدا بھی بن سکتا ہے۔ جب انسان خدا بن ہی نہیں سکتا تو پھر ایسے نمونہ کی کیا ضرورت جس سے انسان فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ انسان کے واسطے ایک انسانی نمونے کی ضرورت ہے جو کہ رسولوں کے رنگ میں ہمیشہ خدا کی طرف سے دنیا میں آیا کرتے ہیں نہ کہ خدائی نمونہ کی جس کی پیروی انسانی مقدرت سے بھی باہر اور بالاتر ہے۔ ہم حیران ہیں کہ کیا خدا کا منشاء انسان کو خدا بنانے کا تھا کہ ان کے واسطے خدائی کا نمونہ بھیجا۔ پھر یہ اور بھی عجیب بات ہے کہ خدا ہو کر پھر یہود کے ہاتھ سے اتنی ذلت اٹھائی اور رسوا ہوا اور ان پر غالب نہ آسکا بلکہ مغلوب ہو گیا۔

**سوال** ۔ آپ نے جو دعوے کیا ہے اس کی سچائی کے دلائل کیا ہیں؟

**جواب** ۔ میں کوئی نیا نبی نہیں مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آچکے ہیں۔ توریت میں جن انبیاء کا ذکر ہے اور آپ ان کو سچا مانتے ہیں۔ جو دلائل ان کی صداقت کے اور ان کو نبی اور خدا تعالےٰ کا فرستادہ یقین کرنے کے ہیں وہ آپ پیش کریں

انہی دلائل سے میری صداقت کا ثبوت مل جائے گا۔ جن دلائل سے کوئی سچا نبی مانا جاسکتا ہے وہی دلائل میرے صادق ہونے کے ہیں۔ میں بھی منہاج نبوت پر آیا ہوں۔

سوال۔ نہیں بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے وہ دلائل سنیں۔ جن سے آپ کو اپنے صدق کا یقین ہوا اور آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں۔

جواب۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنے کلام سے اس بات کا علم دیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے لوگوں کے ساتھ خدائی نشان ہوتے ہیں جو کہ اقتداری اور غیب پر مشتمل زبردست پیشگوئیوں کے رنگ میں انکو عطا کئے جاتے ہیں کوئی دشمن ان پر فتح نہیں پا سکتا اور باوجود کمزور اور ناتواں اور بے سروسامان اور بے یار و مددگار ہونے کے انجام کار انہی کی فتح ہوتی ہے۔ انکی مخالفت کرنے والوں کا نام و نشان مٹا دیا جاتا ہے۔ منجملہ ہزاروں نشانات کے آپ لوگوں کے واسطے تو ایک ڈوئی کا معاملہ ہی جو آپ کے ملک میں ہی ظہور میں آیا۔ اگر غور کریں تو کافی ہے۔ وہ دعوے کرتا تھا کہ مسیح خدا ہے مگر ہمارے خدا نے ہم پر یہ ظاہر کیا کہ وہ خدا نہیں بلکہ ایک عاجز انسان ہے۔ تب ہم نے اس سے اس معاملہ میں خط و کتابت کی مگر وہ اپنے دعوے سے باز نہ آیا۔ آخر ہم نے خدا سے خبر پا کر اس کی ہلاکت اور نامرادی کی پیشگوئی کی جو ہماری زندگی میں پوری ہونی ضروری تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور وہ پیشگوئی کے مطابق نہایت ذلت اور عذاب سے صادق کی زندگی میں ہی ہلاک ہو گیا۔ اب کوئی غور کرنے والا دماغ اور مان لینے والا دل چاہیئے کہ اس میں غور کرے کہ آیا یہ پیشگوئی اس قابل ہے یا کہ نہیں کہ اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یقین کیا جاوے۔ یا کیا یہ بھی کوئی انسانی منصوبہ ہے۔

دوسرے آپ لوگوں کا یہاں آنا بھی تو ہمارے واسطے ایک نشان ہے جو اگر آپ کو اس کا علم ہوتا۔ تو شائد آپ یہاں آنے میں بھی مضائقہ اور تامل کرتے۔ اصل میں آپ لوگوں کا اتنے دور دراز سفر کر کے یہاں ایک چھوٹی سی بستی میں آنا بھی ایک پیشگوئی کے نیچے ہے اور ہماری صداقت کے واسطے ایک نشان اور دلیل۔ کجہاں امریکہ اور کجہاں قادیان۔ مُردے زندہ کرنا تو ایک طرف دھرا رہ گیا۔ ایک کوڑھی (مجذوم) تو صحت یاب ہو نہ سکا اور اسے تو حضرت مسیح چنگا نہ کرسکے تو مُردے زندہ کرنا کیسا؟ وہ باتیں تو ہزاروں سال کی ہیں۔ اور [illegible] ان میں کیا کچھ [illegible] ہو گئی ہیں۔ اور وہ تو صرف قصے کہانیوں کے رنگ میں باقی رہ گئی ہیں۔ ان کی صداقت کا کوئی نشان یا ان کے سچے ہونے کے کوئی آثار ہی پائے جاتے تو بھی ان کو [illegible] کی ایک راہ ہوتی۔ مگر وہ تو اب باتیں ہی باتیں اور نرے دعوے ہی دعوے ہیں۔ مگر ہم تو آج کل کی زندہ مثال پیش کرتے ہیں۔

سوال۔ ڈوئی کے انجام کا تو ہر شخص اندازہ لگا سکتا تھا۔ کیونکہ اس نے ایک جھوٹا دعوے کیا تھا۔ اور یہ صاف بات ہے کہ جھوٹا مدعی ذلیل ہوا کرتا ہے۔ ہم تو آپ کے دعوے کی عظمت کی وجہ سے یہاں آئے ہیں کہ اتنا بڑا دعوے کرنے والا انسان کیسا ہوگا نہ یہ کہ آپ کے واسطے نشان بننے کے واسطے آئے ہوں۔

جواب ۔ اگر ڈوئی کو آپ لوگ ایسا ہی سمجھتے اور جانتے تھے کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور خدا پر بہتان باندھ رہا ہے ۔ تو پھر کیا اسی یقین سے آپ لوگوں نے لاکھوں بلکہ کروڑوں روپوں کے نذرانے اسے دیئے ۔ اور بیش قیمت تحائف اس کے واسطے دور دراز سے مہیا کئے ؟ اور اس کی حد سے زیادہ عزت کی حتّٰی کہ دس ہزار سے بھی زیادہ لوگ اس کے مرید بن گئے ۔ تعجب کی بات ہے کہ ایک انسان کو باوجود جھوٹا یقین کرنے کے بھی کوئی یہ عزت و عظمت دیتا ہو ۔ اور اپنا مال و جان اس پر نثار اور تصدق کرتا ہو ۔

امر دوم کے لئے اس کو سنانا چاہیئے کہ ایک ایسے وقت میں جبکہ ایک فرد واحد بھی ہمارا واقف نہ تھا ۔ اور کسی کو ہمارے وجود کا علم تک بھی نہ تھا ۔ بلکہ بہت کم لوگ جن کو قادیان کے نام سے بھی اس وقت واقفیت ہوگی حتّٰی کہ ہماری طرف کسی کا خط تک بھی نہ آتا تھا اور ہم ایک گمنامی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے ۔ اس زمانے میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ یاتون من کل فج عمیق اور یاتیک من کل فج عمیق اور ولا تصعر لخلق اللّٰہ ولا تسئم من الناس اور بعض اس مضمون کے الہام انگریزی زبان میں بھی تھے ۔ حالانکہ ہم انگریزی زبان سے بالکل نا آشنا ہیں اور یہ سب خبریں اس زمانہ کی ہیں جبکہ ان کے کچھ بھی آثار موجود نہ تھے اور ہماری اس وقت کی حالت کو دیکھنے اور جاننے والے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس حالت میں ایسی خبروں کے امکان کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا ۔ بلکہ ان الہامات کے بعد اندرونی اور بیرونی طور سے یعنی خود اپنی قوم بھی اور دیگر عیسائی اور ہندو بھی سب دشمن ہو گئے ۔ مگر باوجود ان سب امور کے اللہ تعالےٰ کی نصرت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہی اور اس نے ایسی ایسی تائیدات کیں کہ اب اس وقت چار لاکھ یا اس سے بھی کچھ زیادہ انسان ہمارے ساتھ ہیں ۔ اور دور دراز سے آتے ہیں ۔ تحفے تحائف اور نقد و جنس جن کے وعدے خدا تعالےٰ کے کلام میں کئے گئے تھے سب پورے ہوئے اور ہو رہے ہیں ۔ پیشگوئیوں کو ان کے تمام لوازم پیشگوئی کے وقت اور حالت سے دیکھنا چاہیئے اور پھر اس کا انجام دیکھنا چاہیئے کہ کس کر و فر سے پوری ہوئیں ۔ اگر کسی مفتری کے سوانح میں بھی اس کی نظیر ہے تو پیش کرو ۔ اور اگر ہماری اس پیشگوئی کے ماننے سے انکار ہے تو کوئی نظیر دو کہ بجز خدا تعالےٰ کی تائید اور نصرت کے کسی مفتری نے ایسا عروج پا لیا ہو ۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا لڑکا عبد السلام حضرت اقدس کے نزدیک کھڑا تھا حضرت اقدس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ان انگریزوں کے روبرو کیا اور فرمایا کہ

ان کو سمجھایا جائے کہ اگر مثلاً یہ لڑکا آج اس حالت میں یہ پیشگوئی کرے کہ میں ستر برس کی عمر پاؤں گا یا لاکھوں انسان دور دراز کی راہوں سے میرے دیکھنے کے واسطے آئیں گے یا کوئی اور عظیم الشان انقلاب کی خبر دے تو کیا ایسی پیشگوئیوں کی اس کی موجودہ حالت کے لحاظ سے کچھ وقعت کی جائے گی ؟ اور پھر اگر بالفرض جو کچھ اس نے اس حالت میں کہا ہو وہ ایک

وقت میں پورا ہو جاوے۔ تو اس وقت اس کو کوئی جھوٹا کہہ سکے گا۔ یا کسی اور کو یہ کہنے کا استحقاق ہوگا کہ یہ امر انسانی منصوبوں یا تدبیروں سے اسے حاصل ہوا ہے۔

حضرت اقدس کے اتنے بیان کے بعد انہوں نے اقرار کیا کہ ہاں ہم اسے تسلیم کرتے ہیں کہ پیشگوئیاں ثبوت دعوے کی ایک دلیل ہوتی ہیں۔

سوال۔ ہم کوئی اور دلیل بھی سننا چاہتے ہیں۔

جواب۔ فرمایا اور دلیل قبولیت دعا ہے۔

اس موقعہ پر حضرت حکیم الامت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا فرزند صاحبزادہ عبدالحی بھی حضرت اقدس کے قریب ہی موجود تھا حضرت حکیم الامت نے اسے آگے کر دیا اور حضرت نے اسے بازو سے پکڑ کر ان لوگوں کے روبرو کر کے یوں فرمایا کہ ایک شخص نے جو کہ مولوی صاحب کا دشمن تھا اس نے آپ کے متعلق یہ کہا تھا کہ آپ ابتر ہیں اور اشتہار بھی شائع کر دیا تھا اس پر ہم نے دعا کی وہ جناب الٰہی میں قبول کی گئی اور ہمیں بتایا گیا کہ لڑکا پیدا ہوگا اور اس کا یہ نشان ہوگا کہ اس کے بدن پر پھنسیاں ہونگی۔ اور یہ اس کی پیدائش کے ۲ برس پہلے کا واقعہ ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ کے فضل سے لڑکا پیدا ہوا اور اس کے بدن پر پھنسیاں نکلیں جن کے داغ اب تک موجود ہیں۔ علاوہ ازیں اور ایسے ہزاروں نمونے قبولیت دعا کے موجود ہیں۔

سوال۔ آپ کے آنے کا مقصد کیا ہے اور اب آئندہ کیا ہوگا؟

جواب۔ فرمایا کہ

ہمارے آنے کا مقصد یہ ہے کہ عیسائیوں، ہندوؤں اور مسلمانوں میں جو غلطیاں (خواہ عملی ہوں یا اعتقادی پیدا ہوگئی ہیں ان کی اصلاح کی جاوے۔ بھلا آپ ہی بتائیں کہ آیا عیسائیت یورپ میں اپنی اصلیت پر ہے؟ یا عیسائیوں نے توریت یا انجیل کی تعلیم کے کسی نقطہ پر بھی عمل کیا ہے۔ تمام یورپ کی عملی حالت کیا کہہ رہی ہے؟ آیا ان لوگوں کے دلوں میں خدا تعالےٰ پر بھی ایمان ہے؟ اور کیا ان کو خدا کا خوف بھی ہے؟

(ان باتوں کے جواب میں انگریز نے صاف اقرار کیا کہ واقعی نہ تو توریت پر عمل ہے اور نہ ہی یورپ کی عملی حالت درست ہے)

فرمایا کہ

انجیل نے بتایا ہے کہ حضرت مسیح خدا کے ایک برگزیدہ بندے اور نبی تھے۔ یہ نہیں کہ وہی ایک ہی ایسا نمونہ تھے۔ اور پھر خدا تعالےٰ نے اپنا فیضان کسی پر نازل نہیں کیا اور ہمیشہ کے واسطے ایسی برکات کا دروازہ بند کر دیا ہو بلکہ وہ خدا جس کی شان بلند ہے۔ اور وہ تمام ملکوں کا ایک اکیلا خدا ہے۔ اس نے اپنے فیضان بھی

تمام ملکوں پر کئے ہیں۔

دیکھو توریت چھوڑ دی گئی اس کی تعلیمات کی کچھ پرواہ نہیں کی جاتی، اس میں ہزاروں غلطیاں لگائی گئی ہیں۔ حضرت عیسٰے کی شان کی بے ادبی کی جاتی ہے کیونکہ ان کو خواہ نخواہ خدا بنایا جاتا ہے۔ کیا یہ کافی نہ تھا کہ ان کو خدا کے ایک برگزیدہ بندے مان کر ان کی پیروی کی جاتی اور ان کے نقش قدم پر ان کا نمونہ اور رنگ اختیار کیا جاتا۔

انسان کا یہ کام نہیں کہ وہ خدا بن جاوے تو پھر اسے ایسے نمونے کیوں دیئے جاتے ہیں۔ جب کسی کو کوئی نمونہ دیا جاتا ہے تو اس سے نمونہ دینے والے کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ اس نمونہ کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کی جاوے۔ اور پھر وہ اس شخص کی طاقت میں بھی ہوتا ہے کہ اس نمونے کے مطابق ترقی کر سکے۔ خدا جو فطرت انسانی کا خالق ہے اور اسے انسانی قوے کے متعلق پورا علم ہے اور کہ اس نے انسانی قوے کے اندر یہ مادہ ہی نہیں رکھا کہ خدا بھی بن سکے۔ تو پھر کیوں اس نے ایسی صریح غلطی کھائی کہ جس کام کے کرنے کی طاقت ہی انسان کو نہیں دی اس کام کے کرنے کے واسطے اسے مجبور کیا جاتا۔ کیا یہ ظلم صریح نہ ہوگا؟ رسالت اور نبوت کے درجہ تک تو انسان ترقی کر سکتا ہے کیونکہ وہ انسانی طاقت میں ہے۔ پس اگر حضرت عیسٰے خدا تھے تو ان کا آنا ہی لاحاصل ٹھہرتا ہے۔ اور اگر ان کو نبی اور رسول مانا جاوے تو بیشک مفید ثابت ہوتا ہے۔

پھر اس میں خدا تعالٰے کی بھی ہتک اور بے ادبی لازم آتی ہے۔ گویا خدا نے بخل کیا کہ اپنی تجلیات کا مظہر صرف ایک ہی شخص کو ٹھہرایا اور اپنے فیوض کو صرف حضرت عیسٰے تک ہی محدود کر دیا۔ غور تو کرو اگر کسی بادشاہ کی رعایا صرف ایک فرد واحد ہی ہو تو کیا اس میں اس بادشاہ کی تعریف ہے یا ہتک؟ اگر یہ کہا جاوے کہ بادشاہ کا فیض اور انعام صرف ایک خاص نفس واحد تک ہی محدود ہے تو پھر اس میں اس بادشاہ کی کیا بڑائی ہوگی؟ پس جب خدا کے کروڑوں بندے دنیا کے مختلف ممالک میں موجود تھے تو کیا وجہ کہ خدا تعالٰے نے اپنے فیوض کو صرف بنی اسرائیل تک ہی محدود رکھا۔ دیکھو بند پانی بھی آخر کار گندہ ہو جاتا ہے۔ اور کیچڑ کی صحبت سے اس میں ایک قسم کا تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر خدا کے اوپر ایسا بہتان باندھنا کہ اس کے فیوض اور برکات صرف ایک خاص قوم تک ہی محدود اور بستہ ہیں خدا کی شان کی ہتک اور بے ادبی ہے۔

حضرت عیسٰے کے خدا بنانے میں فائدہ کیا؟ اور ان کی شان میں ترقی کیا؟ بلکہ الٹی اس میں تو ان کی ہتک اور کسر شان ہے۔ بڑی مردانگی اس میں ہے کہ جو کام وہ کرتے تھے وہ کام کئے جاویں اور ان کی تعلیم پر عمل درآمد کر کے اچھا نمونہ دکھانے کے ذریعہ دکھایا جاوے کہ وہ خود اعلےٰ قسم کے انسان تھے اور ان کے نفوس میں تزکیہ کا اثر اور تعلیم میں اعلےٰ درجہ تک ترقی کرنے کی طاقت موجود تھی۔ زبانی تعریف کرتے میں غلو کرنے سے کیا فائدہ؟ کیا ان کی تعلیم کا اثر

اسی زمانہ تک محدود تھا یا اب بھی ہے؟ اور اگر ہے تو کہاں اور کس ملک میں؟

افسوس آتا ہے اگر عیسٰے اب بھی آجاویں تو وہ اُس قوم کو پہچان بھی نہ سکیں۔ ہم ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور آپ محبت نہیں رکھتے ہوں گے کیونکہ آپ کو ان کی خبر نہیں۔ ہم نے تو ان کو بارہا دیکھا ہے۔ بلکہ ہم تو جانتے ہیں کہ اب بھی خود آپ لوگوں کے گھر میں ہی تفرقہ ہے، اختلاف ہے۔ بعض ایسے فرقے عیسائیوں میں اب بھی موجود ہیں جو حضرت عیسٰے کو خدا نہیں مانتے بلکہ صرف ایک برگزیدہ نبی مانتے ہیں۔ اور قرآن شریف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ تو جب گھر میں ہی اختلاف ہے تو کیوں وہ راہ ترک نہیں کی جاتی۔ جو کہ بالاتفاق خطرناک ثابت ہو چکی ہے۔ باقی رہا یہ کہ اب دنیا میں کیا ہو گا۔ سو اس کے متعلق ہم صرف اتنا کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں کہ دنیا اپنی موجودہ حالت پر نہیں رہے گی بلکہ اس میں ایک عظیم الشان تغیر اور انقلاب واقع ہوگا۔

سوال۔ مسیح کو آپ نے کس طور سے دیکھا ہے آیا جسمانی رنگ میں دیکھا ہے؟

جواب۔ فرمایا کہ

ہاں جسمانی رنگ میں اور عین حالت بیداری میں دیکھا ہے۔

سوال۔ ہم نے بھی مسیح کو دیکھا ہے اور دیکھتے ہیں مگر وہ روحانی رنگ میں ہے۔ کیا آپ نے بھی اسی طرح دیکھا ہے۔ جس طرح ہم دیکھتے ہیں۔

جواب۔ نہیں ہم نے ان کو جسمانی رنگ میں دیکھا ہے اور بیداری میں دیکھا ہے۔ (الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۸ء)

---

# ہمارا وفادار خُدا

"وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ دنیا چاہتی ہے کہ ان کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن ان پر دانت پیستا ہے۔ مگر وہ جو ان کا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے ان کو بچاتا ہے۔ اور ہر ایک میدان میں ان کو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ ہم نے اس کو شناخت کیا۔ تمام دنیا کا وہی خُدا ہے۔ جس نے میرے پر وحی نازل کی۔ جس نے میرے لئے زبردست نشان دکھلائے۔ جس نے مجھے اس زمانہ کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا۔ وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے۔ ہم نے اپنے خدا کا آفتاب کی طرح روشن وحی پائی۔ ہم نے اسے دیکھ لیا کہ دنیا کا وہی خدا ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں؟

از قلم جناب پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے

# چند سوالات اور ان کے جوابات

(مرکزی درس القرآن کلاس ۱۹۷۷ء کے موقعہ پر حسب دستور آخری دن طلباء اور طالبات کو تحریری سوالات کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ بعض وہ سوالات جن کا جواب محترم پروفیسر صاحب نے پیش کیا وہ جوابات درج ذیل ہیں:)

---

سوال نمبر ۱۔ اسلام میں ملکِ یمین کے متعلق کیا حکم ہے؟ اگر قیدی عورتوں کا آزاد ہونا ممکن نہ ہو تو قیدی عورتوں کو مومنوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے کیا یہ سپردگی نکاح کے قائمقام سمجھی جاتی ہے۔

جواب:۔ اس سوال کے جواب میں سب سے پہلے تو یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام کا یہ حکم بطور جوابی کارروائی (Reciprocal action.) کے ہے۔ چونکہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسلمان جنگی قیدی عورتوں کے ساتھ کافر یہ سلوک کرتے تھے۔ اس لئے جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا۔ (الآیۃ) کے مطابق ایسے حالات میں اسلام نے اس اصولی کارروائی کو جائز رکھا ہے۔ مگر ملکِ یمین سے ازدواجی تعلقات قائم کرنا ایک قسم کا نکاح ہی ہے۔ کیونکہ اس کے لئے آقا کا اعلان ضروری ہے قیدی عورت کی اجازت ضروری نہیں۔ کیونکہ وہ تو اعلانِ جنگ کے مطابق آقا کی ملکِ یمین میں آچکی ہوتی ہے۔ اور وہ اسلام کے خلاف ظالمانہ جنگ میں شمولیت اختیار کر کے اپنی آزادی کھو چکی ہوتی ہے۔ ہاں اگر دشمن قوم مسلمان قیدی عورتوں کو احترام و اکرام کے ساتھ قید خانوں میں حفاظت کے ساتھ رکھے تو پھر مسلمانوں کا بھی فرض ہوگا کہ کافر جنگی عورتوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ نکاح کی اصل حقیقت یہ ہے کہ عورت اس کے ولی کی نیز مرد کی بھی رضامندی لی جاتی ہے لیکن جس حالت میں ایک عورت اپنی آزادی کے حقوق کھو چکی ہے۔ اور وہ آزاد نہیں ہے۔ بلکہ وہ ان ظالم طبع جنگجو لوگوں میں سے ہے جنہوں نے مسلمانوں کے مردوں اور عورتوں پر بے جا ظلم کئے ہیں اور ایسی عورت جب گرفتار ہو کر اپنے اقارب کے جرائم کی پاداش میں لونڈی بنائی گئی تو اس کی آزادی کے حقوق سب تلف ہو گئے۔ لہذا اب وہ فتح یاب بادشاہ کی لونڈی ہے۔ اور ایسی عورت کو حرم میں داخل کرنے کے لئے اس کی رضامندی کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے جنگجو آقاؤں

پر فتح یاب ہو کر اس کو اپنے قبضہ میں لانا ہی اس کی رضامندی ہے۔ یہی حکم توریت میں بھی موجود ہے۔ ہاں قرآن شریف میں فَکُّ رَقَبَۃٍ یعنی لونڈی غلام کو آزاد کرنا بڑے ثواب کا کام بیان فرمایا ہے اور عام مسلمانوں کو رغبت دی ہے کہ اگر وہ ایسی لونڈیاں اور غلاموں کو آزاد کر دیں تو خدا کے نزدیک بڑا اجر حاصل کریں گے۔

اگرچہ مسلمان بادشاہ ایسے خبیث اور جنگجو لوگوں پر فتح یاب ہو کر غلام اور لونڈی بنانے کا حق رکھتا ہے مگر پھر بھی بدی کے مقابل پر نیکی کرنا خدا نے پسند فرمایا ہے۔ یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسلام کے مقابل پر جو کافر کہلاتے ہیں۔ انہوں نے یہ تعدی اور زیادتی کا طریق چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے اب مسلمانوں کے لئے بھی روا نہیں کہ ان کے قیدیوں کو لونڈی غلام بنا دیں کیونکہ خدا قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ تم جنگجو فرقہ کے مقابل پر صرف اسی قدر زیادتی کرو جس میں پہلے انہوں نے سبقت کی۔

پس جبکہ اب وہ زمانہ نہیں ہے اور اب کافر لوگ جنگ کی حالت میں مسلمانوں کے ساتھ ایسی سختی اور زیادتی نہیں کرتے کہ ان کو اور ان کے مردوں اور عورتوں کو لونڈیاں اور غلام بنا دیں بلکہ وہ شاہی قیدی سمجھے جاتے ہیں اس لئے اب اس زمانہ میں مسلمانوں کو بھی ایسا کرنا ناجائز اور حرام ہے۔" (چشمہ معرفت ایڈیشن اوّل حاشیہ ص ۲۴۲)

اسی موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:۔

"جس بے عزتی کو مسلمانوں کے لئے وہ لوگ پسند کرتے تھے اس کا بدلہ لینے کا حکم دے دیا۔ اسی بناء پر اسلام میں یہ رسم جاری ہوئی کہ کافروں کی عورتیں لونڈی کی طرح رکھی جائیں اور عورتوں کی طرح استعمال کی جائیں۔ یہ تو انصاف اور طریق عدل سے بعید تھا کہ کافر تو جب کسی مسلمان عورت کو اپنے قبضہ میں لاویں تو اس کو لونڈی بنا دیں اور عورتوں کی طرح اس کو استعمال کریں اور مسلمان جب ان کی عورتوں اور ان کی لڑکیوں کو اپنے قبضہ میں کریں تو ماں بہن کر کے رکھیں۔ خدا بے شک حلیم ہے مگر وہ سب سے زیادہ غیرت مند ہے۔ ...... پس اسی طرح جب عرب کے خبیث فطرت ایذا اور دکھ دینے سے باز نہ آئے اور نہایت بے حیائی اور بے عزتی سے عورتوں پر بھی فاسقانہ حملے کرنے لگے تو خدا نے ان کی تنبیہ کیلئے یہ قانون جاری کر دیا کہ ان کی عورتیں بھی اگر لڑائیوں میں پکڑی جائیں تو ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا جائے۔ پس یہ تو بموجب مثل مشہور کے "عوض معاوضہ گلہ ندارد" کوئی محل اعتراض نہیں جیسی ہندی میں

بھی مثل مشہور ہے "جیسی کرنی ویسی بھرنی"

(چشمۂ معرفت ایڈیشن اوّل صفحہ ۲۴۴)

سوال نمبر۲ :- بانیٔ مسیح موعود کے لڑائی کا زمانہ نہ ہونے سے کیا مراد ہے؟ جبکہ آج کل جنگیں پہلے سے بھی بڑھ کر ہو رہی ہیں۔

جواب :- مسیح موعود کے متعلق حدیث شریف کی پیشگوئی ہے کہ یَضَعُ الْحَرْبَ کہ وہ جنگوں کو موقوف کر دے گا اس سے مراد مذہبی اور دینی جنگیں ہیں جو جہاد بالسیف کے رنگ میں اسلام کی طرف سے دفاعی طور پر کی جاتی تھیں۔

موجودہ زمانے میں اسلام پر دین کو مٹانے کی خاطر حملہ تلوار کے ذریعہ نہیں بلکہ دلائل کے ذریعے ہو رہا ہے۔ اس لئے یہ زمانہ جہاد بالسیف کا نہیں بلکہ قرآن کریم کے روحانی اور علمی دلائل کے ذریعہ سے اسلامی فتوحات کا زمانہ ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ سیاسی اور ملکی جنگیں اس زمانہ میں پہلے سے بڑھ کر ہو رہی ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں :-

"ایسا ہی احادیث نبویہ میں آخری زمانہ کی نسبت یہ خبر دی ہے کہ جب آخری زمانہ میں مسیح موعود آئے گا تو وہ دنیا میں صلح کاری کا پیغام دے گا۔ اور جنگ موقوف کرے گا یعنی ملّاں لوگوں کی غلط کاریوں سے جو دینی جنگ کئے جائیں گے۔ ان کی رسم دور کر دے گا۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے جو حدیث کی کتابوں میں اوّل درجہ کی سمجھی جاتی ہے۔
حدیث کے لفظ یہ ہیں یَضَعُ الْحَرْبَ۔ اس حدیث میں پیشگوئی ہے کہ اسلام میں آخری زمانہ میں غلطی کے طور پر نام نہاد دین کی لڑائیاں شروع ہو جائیں گی یا جاہل سرحدی کسی عیسائی صاحب وغیرہ کا خون کرنا داخل ثواب سمجھیں گے۔ اور غازی کہلائیں گے مگر جب مسیح موعود آئے گا تو صاف طور پر لوگوں کو سنا دے گا کہ "دین کے معاملہ میں لڑائی کرنا جائز نہیں۔"
(چشمۂ معرفت ایڈیشن اوّل ص۲۵)

سوال نمبر۳ - (۱) قادرِ مطلق کے کیا معنے ہیں؟
(ب) کیا خدا تعالیٰ کی بھی خواہشات ہیں؟
(ج) کیا خدا تعالیٰ جو ارادہ چاہے کر سکتا ہے۔

جواب :- اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں جو تفسیر کبیر سورۃ البقرہ ۔ ۔ دوسرے رکوع کی آخری آیت (آیت ۲۱) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ کیا خدا تعالیٰ مرنے پر بھی قادر ہے؟ یا کیا خدا تعالیٰ جھوٹ بولنے پر بھی قادر ہے؟ یہ اعتراض بالکل بے سوچے سمجھے کیا گیا ہے۔ کیونکہ قدیر کا لفظ جو قدرت اور طاقت کے کمال پر دلالت کرتا ہے۔ پھر کیا مرنا اور جھوٹ بولنا قدرت اور طاقت کی علامتیں ہیں کہ اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ خدا تعالیٰ مرنے اور جھوٹ بولنے پر بھی قادر ہے۔ یہ تو ایسا ہی اعتراض ہے جیسے کوئی کہے کہ فلاں شخص بڑا بہادر ہے تو دوسرا اعتراض کرے کہ کیا وہ ایسا بہادر ہے کہ چور سے ڈر کر بھاگ بھی سکتا ہے۔ ایسے معترض کو کونسا شخص عقلمندوں میں شمار کرے گا۔ دوسرے یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے معترضین کو خاموش کرنے کے لئے علیٰ کل شیءٍ کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور شَیْءٌ کے معنی چاہی ہوئی چیز کے ہوتے ہیں۔ پس اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہر اس چیز پر قادر ہے جس کا وہ ارادہ کرے۔

ان الفاظ سے وہ اعتراض کلی طور پر باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ موت اور جھوٹ کا ارادہ نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ قدرت نہیں بلکہ ضعف کی علامت ہے۔"

(تفسیر کبیر زیر آیت سورۃ البقرہ ۲۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفاتِ حسنہ کے خلاف کسی امر کا ارادہ نہیں کرتا۔

(ب) کیا اللہ تعالیٰ خواہشات رکھتا ہے؟

قرآن کریم میں جو اس بارہ میں لفظ ہیں وہ ارادہ، رضا اور مشیت کے ہیں۔ یعنی کام کا قصد و ارادہ کرنا کسی امر کو پسند کرنا اور چاہنا۔

اللہ تعالیٰ کے چاہنے کو ہمیں اپنے چاہنے اور خواہشات پر قیاس نہ کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اگر وہی لفظ استعمال ہو جو انسان کے لئے استعمال ہوا پھر بھی دونوں کے مفاہیم میں اللہ تعالیٰ اور بندے کی نسبت کو مدنظر رکھتے ہوئے زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ مثلاً وہ دیکھتا ہے مگر وہ آنکھوں اور کانوں اور زبان کا محتاج نہیں۔ ایسا ہی اگر "شاء" چاہنا کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بولا گیا ہے تو بندے کے چاہنے اور خواہش کرنے پر اسے قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ تمام امور رذیلہ و مادیہ سے پاک ہے۔ مشیت سے مراد اس کا قانون ہوتا ہے۔

(ج) سوال کا آخری حصہ یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نیکوں کو دوزخ میں اور بدوں کو جنت میں ڈال سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظلم کا کبھی ارادہ نہیں کرتا جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ

وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۔ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۔ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۔

الغرض اللہ تعالیٰ کوئی ایسا کام نہیں کیا کرے گا جو ظلم ہو نقص ہو اور اس کی صفاتِ حسنہ کے خلاف ہو پس اللہ تعالیٰ ظلم کی راہ سے کبھی ایسا نہیں کرے گا کہ حقیقی نیک بندوں کو دوزخ میں اور حقیقی بدوں کو بلا سزا جنت میں بھیج دے۔

سوال نمبر ۳ - ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۹۵ تا صفحہ ۱۹۶ میں آتا ہے کہ ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے دس ہزار مثیلِ مسیح آجائیں۔ ہاں صرف اس زمانہ کے لئے میں مسیح ہوں۔ مثیلِ مسیح بہت ہو سکتے ہیں اور احادیث نبویہ کا بھی یہی منشاء ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آخر دنیا تک تیس کے قریب دجال ہوں گے اور لکلِ دجالٍ عیسیٰ۔ ۳۰ مسیح بھی آنے چاہئیں۔ ان کی رو سے یہ بالکل ممکن ہے کہ کوئی ایسا مسیح آجائے جس پر ظاہری طور پر بھی یہ حدیثیں پوری ہو جائیں وغیرہ وغیرہ اور آپ کے لیکچر کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد کوئی مجدد یا مسیح نہیں آئے گا۔ جبکہ ہمارے خیال میں مثیلِ مسیح بھی مسیح اور مجدد کا درجہ رکھے گا۔ خلیفۃ المسیح نہیں کہلائیگا اور اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئندہ ایک ہزار سال کے لئے مجدد ہیں تو کیا آپ کے بعد پھر کوئی مجدد آئے گا؟

جواب - حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قبل بھی ہزاروں مثیلِ مسیح ہوئے اور بعد میں بھی ہو سکتے ہیں۔ امتِ مسلمہ کے ابرار و اخیار جو مسیح ناصری کی طرح جمالی رنگ میں تبلیغ کرتے تھے اور ان کی روحانیت مسیح کی روحانیت کے مشابہ تھی وہ مثیلِ مسیح تھے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک شعر میں اپنے آقا و مولیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کی تاثیرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن
واں مسیحِ ناصری شد از دمِ اُو بے شمار

کہ میں آپ کی چاہِ ذقن میں صد ہزار یوسف دیکھتا ہوں اور آپ کے دم کی برکت سے بے شمار مسیح ناصری ہوئے ہیں چنانچہ ایسے ہی مثیلانِ مسیح میں سے ایک حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے جو اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں ؎

دم بدم روح القدس اندر معینے مے دمد
من نمی گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد بھی ہزاروں مثیلِ مسیح پیدا ہو سکتے ہیں یعنی ایسے ابرار جو اپنی روحانیت

کے اعتبار سے مسیح ناصری علیہ السلام کے مشابہ ہوں اور شان جمالی کے ساتھ تبلیغ حق کرتے ہوں۔ ایسے مثیلانِ مسیح میں سے بعض موعود بھی ہو سکتے ہیں۔ اور مسیح موعود کے خلیفہ بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسے ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی پسر موعود میں مصلح موعود کو مثیلِ مسیح کہا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا

"وہ اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔"

چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موعود خلیفۃ المسیح بھی تھے اور مثیلِ مسیح بھی۔

ہاں وہ مسیح موعود جو ساتھ ہی مہدی معہود بھی ہے جس کے ہاتھ پر فیج اعوج کے بعد قرآن حکیم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اسلام کا احیاء نشاۃ ثانیہ اور غلبہ بر کل ادیان مقدر ہے اور جس کا آنا سورۂ جمعہ کی آیت کریمہ وَ آخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کے مطابق خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ آنا ہے۔ جس کا ظہور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ہے۔ اور جسے مسلم شریف کی حدیث میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے چار بار نبی اللہ کے لقب سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور جس نے تیرھویں صدی کے بعد چودھویں صدی کے سر پر آنا تھا وہ ایک ہی ہے اور اس کے مصداق صرف اور صرف حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام ہی ہیں۔ آپ کے نام "غلام احمد قادیانی" میں حروف ابجد کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کی تاریخ مخفی رکھی ہوئی تھی۔ جو ۱۳۰۰ ہے۔ یعنی وہ مسیح موعود جس نے ۱۳۰۰ سال گزرنے کے بعد آنا تھا۔

آپ کا دعوےٰ خاتم الخلفاء یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری خلیفہ ہونے کا بھی ہے۔ اب آئندہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی براہِ راست خلیفہ نہیں ہو سکتا مگر وہی جو مسیح موعود علیہ السلام کا ظل اور آپ کا خلیفہ ہو۔ آپ کے بعد کوئی امام اور مسیح نہیں ہو سکتا۔ مگر وہی جو آپ کا ظل ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں چونکہ یہ آخری ہزار ہے۔ اس لئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اس کے سر پر پیدا ہو۔ اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح۔ مگر وہ جو اس کے لئے بطور ظل کے ہو۔ کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے۔ جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے۔ اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الفِ آخر بھی۔"

(دیکھو لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۶)

ہاں آپ نے رسالہ الوصیت میں اپنے بعد قدرتِ ثانیہ یعنی سلسلہ خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم ہونے کی

پیشگوئی فرمائی ہے۔ اور اس کے متعلق فرمایا ہے کہ اس کا سلسلہ قیامت تک ممتد ہے۔ آپ اپنی کتاب "شہادت القرآن" میں فرمایا ہے۔ کہ خلیفہ نبی کا ظل اور اس کی نبوت کا حامل ہوتا ہے۔ پس آپ کے خلفاء کا سلسلہ جو آپ کے اظلال ہوں گے تا قیامت ممتد ہے۔

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے آپ کے خلفاء اپنی روحانیت میں مسیح کے مشابہ ہونے کی وجہ سے مثیل مسیح ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ مسلمہ طور پر آپ کے دوسرے خلیفہ حضرت مصلح موعود از موجب پیشگوئی پسر موعود مثیل مسیح تھے۔ بلکہ خلفاء مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ دیگر ابرار بھی اپنی روحانیت میں مثیل مسیح ہو سکتے ہیں مگر وہ سب اپنے اپنے زمانہ کے امام اور خلیفہ کے ماتحت ہوں گے نہ اس کے حکم سے باہر۔

## مجدد

سوال میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد کوئی مجدد بھی آسکتا ہے یا کہ نہیں؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام علماء ربانی اور ابرار امت جو دین میں تروتازگی پیدا کریں اور غلطیوں کی اصلاح میں کوشاں ہوں وہ سب تجدید دین ہی کرتے ہیں اور مجددین کے رنگ میں ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ ایسے ابرار جو مجددین کے رنگ میں رنگین ہوں وہ خود بھی امام ہوں بلکہ وہ اپنے زمانہ کے امام وقت یا خلیفۂ وقت کے ماتحت ہوں گے۔ اس موقعہ پر خاکسار راقم الحروف ایک واقعہ بیان کر دیتا ہے۔ ایک مجلس میں جس میں یہ عاجز بھی موجود تھا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

"میں تو عبد اللہ بن زبیر کو بھی مجدد سمجھتا ہوں"۔

اس پر خاکسار نے عرض کیا کہ حضور وہ تو صدی کے سر پر نہ تھے۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا کہ

حدیث مجددین کا مطلب یہ ہے کہ صدی کے سر پر ایسے مجدد ضرور ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ درمیان میں نہیں ہو سکتے۔

پس تمام ابرار امت وعلماء ربانی اس زمرہ میں شمار ہو سکتے ہیں بلکہ ایسے مجدد ایک وقت میں ہزارہا ہو سکتے ہیں۔ لیکن خلیفہ راشد ایک وقت میں ساری دنیا میں ایک ہی ہو سکتا ہے۔ جو اپنے زمانہ کے تمام ابرار وصلحاء علماء ربانی اور مجددین کا سردار اور کمانڈر ہوتا ہے۔

ہاں ایک ہی صدیوں کے مہتمم بالشان مجددین جنہوں نے فیج اعوج کے زمانہ میں آنا تھا۔ قرآن کریم کی سورۃ البروج کی رو سے ان کی تعداد معین ہے اور وہ تیرہ ہے۔ اور تیرھواں اور آخری مجدد جو صرف صدی کا ہی مجدد نہیں بلکہ مجدد الف آخر بھی ہے۔ وہ مسیح موعود ہے حوالہ اوپر آچکا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں تفسیر کبیر

مصنفہ حضرت مصلح موعودؓ تفسیر سورۃ البروج آخری پارہ)

خود سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تحریرات و مضامین میں صدیوں کے مجددین کی تعداد تیرہ قرار دی ہے اور اپنے آپ کو تیرھواں اور آخری خلیفہ و مجدد قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی ص۲۰۱ روحانی خزائن جلد ۲۲ ص۲۰۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

"اور یہ بھی اہلسنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے۔ جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا...... اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس نے اس صدی کے شروع ہونے سے پہلے دعوے کیا اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس کے دعوے پر ۲۵ برس گزر گئے اور اب تک زندہ ہوں۔ اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس نے عیسائیوں اور دوسری قوموں کو خدا کے نشانوں کے ساتھ ملزم کیا۔ پس جب تک میرے اس دعوے کے مقابل پر ان ہی صفات کے ساتھ کوئی دوسرا مدعی پیش نہ کیا جاوے۔ تب تک میرا یہ دعوے ثابت ہے۔ کہ وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں۔"

پس جہاں تک صدیوں کے مجددین کا تعلق ہے ان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری مجدد ہیں اور جیسا کہ آپ نے اپنے لیکچر "لیکچر سیالکوٹ" میں تحریر فرمایا ہے۔

آپ صدی کے علاوہ الف آخر کے بھی مجدد ہیں۔ یعنی اب آپ ہی قیامت تک کے لئے آخری مجدد ہیں۔ ہاں آنے والی صدیوں میں ہر صدی کے سر پر جو بھی آپ کا خلیفہ ہوگا وہ آپ کی ظلیت میں مَنْ یُجَدِّدُ لَهَا دِیْنَهَا کا مصداق بھی ہوگا۔ خلافت راشدہ کا کام آیت استخلاف کی رو سے صرف تجدید دین نہیں بلکہ اس سے بہت بڑھ کر ہے۔ ہاں خلفاء اپنے اپنے زمانہ میں تجدید دین بھی بہر حال کرتے ہیں۔ ہاں آئندہ آنے والی صدیوں میں صدی کے سر پر بھی مسیح موعود علیہ السلام کا خلیفہ ہی مسیح موعود کی ظلیت میں ساری دنیا کے لئے مجدد بھی ہوگا۔ کیونکہ اس کا وجود مسیح موعود کا ہی روحانی ظل ہوگا۔ ان معنوں میں آخری مجدد بہر طور مسیح موعود علیہ السلام ہی رہتے ہیں اور یہ خلفاء آپ ہی کے مختلف رنگ میں مظاہر قرار پاتے ہیں

---

"عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو۔" (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

مکرم غلام رسول صاحب دارالحمد لاہور

# عارضی وقفِ زندگی

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر۔

اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے حکم دیتے ہیں کہ تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا چاہیئے جو بھلائی کی طرف دعوت دیتا رہے اور معروف یعنی اچھے کاموں کی تلقین کرے۔ اور نامناسب اشغال سے منع کرتا رہے۔ یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے جو اپنے آپ کو امت مسلمہ میں سمجھتا ہے کہ وہ اس کارِ خیر میں حسب استطاعت حصہ لے۔

اس ارشادِ الٰہی کی وضاحت میں داعی اعظم حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث مروی ہے۔

الدال علی الخیر کفاعلہ

ہر اچھے کام کی تلقین کرنے والا خود وہ ایسی نیکی کرنے والوں میں شمار ہوجاتا ہے۔ کیونکہ وہ دوسرے کو بھی تلقین کریگا جب خود اس پر عامل ہوگا ورنہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کے مطابق اس کی تلقین بے اثر رہ جائے گی۔ اس حکم کی تفسیر موجودہ زمانے کے داعی الی اللہ حضرت مسیح موعود نے اپنی مختلف کتب و دیگر ارشادات کے ذریعہ یوں فرمائی ہے کہ ان کی آواز پر لبیک کہنے والے خدمت دین اسلام میں مال جان اور اوقات میں سے حسب ضرورت و بمطابق مطالبہ نظام ایک حصہ ضرور وقف کرتے رہیں۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"دوسری قسم اللہ تعالےٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کی یہ ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور باربرداری اور سچی غم خواری میں اپنی زندگی وقف کر دی جائے دوسروں کو آرام پہنچانے کے لیئے دکھ اٹھاویں اور دوسروں کی راحت کے لئے اپنے پر رنج گوارا کرلیں"

پھر اسی سلسلہ میں ایک اور موقعہ پر واقفین میں ضروری صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"میرا دل گوارا نہیں کرتا کہ اب دیر کی جائے۔ چاہیئے کہ ایسے آدمی منتخب ہوں جو تبلیغ زندگی کو گوارا کرنے کے لیئے تیار ہوں اور ان کو باہر مختلف جگہوں میں بھیجا جائے۔ بشرطیکہ ان کی اخلاقی حالت اچھی ہو تقوٰے اور طہارت میں نمونہ بننے کے لائق ہوں۔ مستقل مزاج اقدام اور بردبار ہوں

اور ساتھ ہی قانع بھی ہوں اور متقی ہوں۔ کیونکہ متقی میں ایک قوتِ جذب ہوتی ہے، وہ آپ جاذب ہوتا ہے اکیلا رہتا ہی نہیں۔"

اور حضور ہی یہ بھی فرماتے ہیں:۔

"اگر انسان اللہ تعالیٰ کے لئے زندگی وقف نہ کرے اور اس کی مخلوق کے لئے نفع رساں نہ ہو تو یہ ایک بے کار اور نکمی ہستی ہو جاتی ہے۔ جب یہ اشرف المخلوقات ہو کر اپنی نوع انسانی کے کام نہیں آتا تو پھر بدترین مخلوق ہو جاتا ہے۔"

ذرا غور کریں کہ یہ کس قدر مقام خوف ہے۔ اگر مقصدِ حیات ہی بھول جائے تو وہ زندگی کس کام کی؟ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایسی بے کار اور نکمی زندگی سے بچائے رکھے۔ اور یہ تبھی ہوگا جب ہم ایک نفع رساں وجود بننے کی طرف توجہ کریں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشادات اس ضمن میں ملاحظہ ہوں۔

حضور فرماتے ہیں:۔

"حقیقت یہ ہے کہ دینی جماعتوں اور دینی کاموں کو چلانے کے لئے وقف کی ضرورت ہوتی ہے اس کے بغیر دینی جماعتیں کبھی زندہ نہیں رہ سکتیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے کہ جس کا کام صرف قومی کام کرنا ہو۔ بغیر وقف کے دین کا کام مشکل ہے جس جماعت میں وقف کا سلسلہ نہ ہو وہ اپنا کام کبھی مستقل طور پر جاری نہیں رکھ سکتی۔"

(الفضل مارچ ۱۹۶۶ء)

پھر ایک اور موقعہ پر وقف کی تحریک کرتے ہوئے تنبیہہ بھی کر دی کہ اس سلسلہ میں سستی اور غفلت نقصان دہ ہوگی۔ اور ہمیں اس تحریک میں لازماً حصہ لینا ہوگا۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"جماعت میں یہ روح ہونی چاہیئے کہ جس طرح وہ مالی قربانی کرتی ہے۔ اسی طرح جسمانی قربانی میں بھی حصہ لے۔ استثنائی صورتوں کے علاوہ باقی جس قدر ملازم، تاجر پیشہ اور جنہیں چھٹیاں مل سکتی ہیں میں ان سب کو تحریک کرتا ہوں کہ ایک یا دو یا تین ماہ جتنا عرصہ کوئی دے سکے تبلیغ کے لئے دیں یہ بھی نفلی نیکی ہے۔ اور میں اس کے لئے بھی کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ لیکن یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر جماعت نے اس پر عمل نہ کیا تو اس کے نتائج نہایت خطرناک نکلیں گے۔ جماعت کی ترقی کے لئے یہ چیز نہایت ضروری ہے۔ ہر فرد بشر کو آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں ایک نظام کے

تحت اس میں لازمی حصہ لینا پڑے گا۔"

اب بتائیں کیا آپ اس دن کا انتظار کریں گے جب اس تحریک میں حصہ لینا آپ پر فرض ہو جائے گا؟ اس وقت یہ عمل قربانی نہیں کہلا سکے گا اور اس کی اتنی قدر نہ ہوگی جتنی اب ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ قربِ الٰہی کے حصول کے لیئے نوافل کی ادائیگی ہی ممد و معاون ہوا کرتی ہے۔ اب میں آپ کو ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے گراں قدر ارشادات جو آپ نے اس ربانی تحریک کے سلسلہ میں وقتاً فوقتاً فرمائے ہیں سے بھی آگاہ کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔ ایک تقریر کے دوران حضور فرماتے ہیں۔

"تیسری بات جس کی طرف میں احباب جماعت عہدہ داران جماعت اور خصوصاً امراء اضلاع کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے وقفِ عارضی کے متعلق جماعت میں تحریک کی تھی امراء اضلاع کو اس طرف توجہ دینی چاہیئے۔ امراء اضلاع جماعت کے مستعد اور مخلص احباب کو اپنی ذمہ داری کی طرف متوجہ کریں تا زیادہ سے زیادہ احمدی اس مقصد (وقفِ عارضی) کے پیش نظر خدمتِ اسلام کے لئے اپنے وقت کا تھوڑا اور حقیر حصہ پیش کریں۔"

ایک اور موقعہ پر حضور فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہت سی نعمتیں جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں تمہاری زندگی کے لمحات بھی ہیں۔ عمر بھی ہے۔ جب ہماری طرف سے اپنی عمر اور وقت کا کچھ حصہ قربانی کے لئے تمہیں آواز دی جائے تو تمہارا فرض ہے کہ تم اس آزمائش میں بھی پورے اترو تا ہمارے فضلوں کے وارث ٹھہرو۔"

حضور نے اس تحریک میں حصہ لینے والوں کی تعداد پانچ ہزار کا مطالبہ کیا اور فرمایا اس تعداد کو پورا کرنے کے لئے ممکن ہے تحریک کو طوعی کی بجائے جبری کرنا پڑے اور کہ جس طرح احباب اپنی مالی آمد کا ۱/۱۶ یا ۱/۱۰ لازمی چندہ ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح اپنے اوقات میں سے بھی ہر سال ۱۵ یوم یا زیادہ عرصہ وقف عارضی میں دیں۔

وقف زندگی کی اہمیت اور ضرورت کے سلسلہ میں قرآن کریم کے احکامات اور ان کی روشنی میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور موجودہ زمانے کے امام مطاع اور ان کے خلفاء کے فرمودات پیش کئے گئے ہیں۔ اگر ہم اپنے آپ کو امت مسلمہ کا فرد سمجھتے ہیں اور ہم یقیناً سمجھتے ہیں . . . . . . . . . . . . . . . . .

. . . . . . تو ہم میں سے ہر ایک ان احکامات کا مخاطب ہے۔ اگر ہمیں اپنی جماعت کی ترقی کی فکر ہے اور اس کی خاطر کوئی خدمت پیش کرنے کے شوق کا جذبہ کارفرما ہے۔ تو ہم میں سے ہر ایک دیوانہ وار لبیک کہتے ہوئے واقفین کے اس زمرہ میں شامل ہونے کی دوڑ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی سعادت حاصل کرے گا۔ اس تحریک وقفِ عارضی میں جو ۱۹۶۶ء سے شروع ہے ۲۵۰۰۰ کے قریب آج تک احباب حصہ لے چکے ہیں۔ ہر سال

اوسطاً دو ہزار احباب اپنے آپکو اس خدمت کے لئے پیش کرتے ہیں۔ یہ تعداد کافی نہیں۔

ہمارے پیارے امام ہر سال کم ازکم پانچ ہزار واقفین کا مطالبہ کرتے ہیں۔ کہاں پانچ ہزار اور کہاں ان سے نصف سے بھی کم۔ کس قدر مقام خوف ہے حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی خواہش کا یہ احترام؟ اس رفتار ترقی سے ہم غلبۂ اسلام کے پروگرام کو تین سو سالوں کی بجائے ہزاروں سال میں بھی پورا نہ کر سکیں گے ہاں ایک بات قابلِ غور یہ بھی ہے کہ یہ سلسلہ اللہ تعالےٰ کا قائم کردہ ہے۔ اس نے اسی سلسلہ سے اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ اسلام ظاہر کرنا ہے۔ اور یہ ہو کر رہنا ہے ع

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

تو پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری سستیوں کی وجہ سے ہمیں نظر انداز کر کے کسی اور قوم کو یہ سعادت نصیب ہو جائے اور ہم منہ دیکھتے رہ جائیں۔ کتنی بدقسمتی کی بات ہوگی۔ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس روز بد سے محفوظ رکھے۔ اور ہمیں کمر ہمت باندھنے کی توفیق بخشے۔ اور ہم حضور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دیوانہ وار آگے بڑھنے والے ہوں۔ آمین۔

وقف عارضی کا میدان ایک ٹریننگ کیمپ کی حیثیت رکھتا ہے جس میں ایک واقف پہلے اپنی اصلاح کرنا سیکھتا ہے۔ اپنے حلقہ میں قابل تقلید نمونہ بننے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس محدود حلقہ سے حاصل کی ہوئی تربیت اسے ایک وسیع حلقہ میں کام کرنے کے قابل بنا دیتی ہے۔ اور کئی ایک وسیع حلقے آپ کی راہ نمائی کے منتظر ہیں۔ اور وہ وقت انشاء اللہ جلد آنے والا ہے جب یدخلون فی دین اللّٰہ افواجاً کے مطابق لوگ جوق در جوق احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہونے شروع ہوں گے۔ تو انہیں اسلام کی تعلیم دینے کے لئے اتنے مربی کہاں سے آئیں گے۔ یہ کام ہم میں سے ہر ایک کو کرنا ہے۔ تو کیوں نہ ہم اپنے آپ کو اس اہم ذمہ داری کے ادا کرنے کے لئے جلد از جلد قابل بنالیں۔

ایک واقف کو جب اسے کسی مقام پر بھیجا جاتا ہے تو اسے مندرجہ ذیل امور کی طرف خاص توجہ دینی ہوتی ہے۔

۱۔ مقامی جماعت کے احباب نماز باجماعت ادا کرنے لگ جائیں۔

۲۔ چندہ جات کی ادائیگی میں احباب باقاعدہ ہو جائیں۔

۳۔ احباب کے باہمی تعلقات خوشگوار ہوں

۴۔ بچوں اور نوجوانوں کی تربیت کا انتظام مناسب ہو جائے۔

۵۔ قرآن کریم سیکھنے سکھانے کے انتظامات خاطر خواہ ہوں

(باقی دیکھیں صفحہ ۳۲ پر)

جناب مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی

# جھوٹی افواہیں پھیلانا

ہمارے معاشرہ میں افواہ کو زیادہ برا خیال نہیں کیا جاتا۔ بے احتیاطی اور لاپرواہی سے بعض من گھڑت باتوں کو پھیلا دیا جاتا ہے۔ اور اس کے نتائج کا خیال نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ جھوٹی افواہ پھیلانا بہت بڑا جرم ہے۔ یہ ایک ایسا روگ ہے جو قوموں کو تباہ کرکے رکھ دیتا ہے۔

افواہ اُڑتی ہوئی خبر۔ بے اصل بات۔ بازاری خبر اور گپ کو کہتے ہیں۔ ایک فرد دوسرے کو دوسرا تیسرے کو اور تیسرا چوتھے کو ایک خیالی اور من گھڑت واقعہ کی اطلاع دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ واقعہ مشہور ہو جاتا ہے اور لوگ بغیر سوچے سمجھے اس واقعہ کو بڑی گرمجوشی کے ساتھ سنتے اور اسے آگے پھیلاتے ہیں۔

جب ماحول میں کوئی گڑبڑ ہو۔ غیر معمولی فضا قائم ہو اس کا تعلق مذہب سے ہو یا سیاست سے۔ افراد سے ہو یا کسی گروہ اور جماعت سے اس وقت حالات کا صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے انسان اپنے اندر بے چینی اور بے یقینی محسوس کرتا ہے۔ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بعض لوگ ایسی باتیں گھڑتے ہیں جن کو سنکر انسانی ذہن سکون محسوس کرتا ہے۔ سماج دشمن عناصر ایسے موقعہ سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور ایسی جھوٹی باتیں مشہور کر دیتے ہیں جن سے افراد یا قوم کی قوت عمل ختم ہو جاتی ہے۔ اور وہ حوصلہ ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔

افواہیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک افواہ تو وہ ہے جو غیر ارادی اور غیر شعوری طور پر پھیل جاتی ہے اور بعض اوقات یہ ایسی سنسنی خیز ہوتی ہے کہ سننے والا اس کے متعلق سوچنے یا غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ایسی خبریں سنکر بعض کوتاہ اندیش لوگ فوراً ہی فیصلہ کر بیٹھتے ہیں۔ اور بعض افواہیں کسی خاص مقصد کے پیش نظر بالارادہ پھیلائی جاتی ہیں۔ کسی قوم یا ملک سے متعلق بدظنی پھیلانے ان کی طرف سے دوسروں کی توجہ ہٹانے اور اس کے افراد میں کم حوصلگی اور دون ہمتی پیدا کرنے اور ان کی قوت عمل کو کمزور کرنے کے لئے مخالفین بعض من گھڑت باتیں پھیلا دیتے ہیں سننے والوں پر ان کا فوری اثر ہوتا ہے۔ اور افواہ پھیلانے والوں کا مقصد حل ہو جاتا ہے۔

غیر ارادی اور لاشعوری طور پر پھیل جانے والی افواہ کی مثال ایسی ہے کہ تقسیم ملک کے وقت ہندوستان کے کسی شہر میں دو بچے بھاگے جا رہے تھے۔ اور وہ زور زور سے یہ الفاظ دہرا رہے تھے کہ چل گئی چل گئی۔ یہ آواز سنکر لوگوں نے اپنے کاروبار سمیٹے۔ دوکانیں بند ہو گئیں۔ اور وہ بھاگ بھاگ کر محفوظ مقامات کی طرف جانے لگے انہوں

نے خیال کیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں فساد ہو گیا ہے۔ شہر میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی۔ لیکن جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ ان بچوں کے پاس ایک کھوٹی دونی تھی جس کے بدلہ میں وہ کسی دوکاندار سے کوئی چیز لینے میں کامیاب ہو گئے۔ اور وہ خوشی سے یہ الفاظ کہے جا رہے تھے کہ چل گئی چل گئی یعنی کھوٹی دونی چل گئی۔

نادرشاہ جب دہلی میں آیا تو وہ ایک دن مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ کسی جری نے اپنے چنڈوخانہ میں بیٹھے بیٹھے یہ نعرہ بلند کر دیا کہ نادرشاہ مارا گیا۔ یہ خبر سنتے ہی دہلی والے نادرشاہی لشکر پر ٹوٹ پڑے اور قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔ نادرشاہ کو علم ہوا تو اس نے اپنی تلوار سونت لی۔ وہ بازار میں نکل آیا اور اس نے اپنے لشکر کو قتل عام کا حکم دے دیا۔ اب اس موقعہ پر جو عظیم جانی نقصان ہوا وہ صرف ایک جری کی من گھڑت بات کا نتیجہ تھا۔

جنگِ اُحد کے موقعہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو دانت شہید ہو گئے۔ اور سرِ مبارک میں ایک ایسا پتھر لگا جس سے خود کا کیل سرِ مبارک میں گڑ گیا۔ آپ چکرا کر ایک گڑھے میں گر گئے۔ اور یہ افواہ مشہور ہو گئی کہ آپ نعوذ باللہ شہید ہو گئے ہیں۔ نتیجۃً مسلمان حوصلہ ہار بیٹھے۔ مدینہ سے مسلمان عورتیں بھاگتی ہوئی میدانِ جنگ میں پہنچ گئیں۔ حضرت عمرؓ جیسے جری شخص نے دل شکستہ ہو کر اپنی تلوار ہاتھ سے پھینک دی۔ بعد میں جب حضرت کعب بن مالک نے بلند آواز سے آپ کے زندہ ہونے کا اعلان کیا تو کیفیت بدلی اور مسلمانوں میں قوتِ مقابلہ پیدا ہوئی۔ اگر یہ افواہ نہ اڑتی تو وہ عظیم جانی نقصان نہ ہوتا جو اس دن ہوا۔

ارادہ سے پھیلائی ہوئی افواہوں کی مثالیں بھی آپ نے بارہا سنی ہونگی۔ ان کے ذریعہ بعض مقاصد کا حصول مطلوب ہوتا ہے۔ میدانِ جنگ میں ایک فریق یہ افواہ پھیلا دیتا ہے کہ فلاں میدان میں دوسرے فریق کو مار بھگایا گیا فلاں جگہ پر اس کو عظیم نقصان پہنچایا گیا۔ اس سے مخالف فوج کے سپاہیوں کے حوصلے پست ہوتے ہیں۔ ان کی قوتِ مدافعت کمزور ہو جاتی ہے۔ لیکن مقابلہ میں افواہ پھیلانے والے فریق کے نہ صرف حوصلے بلند ہوتے ہیں، ان کی قوتِ عمل بڑھتی ہے۔ بلکہ وہ اس کے نتیجہ میں مدمقابل فریق میں پیدا ہونے والی کمزوری سے خوب خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔

غرض افواہ پھیلانا بڑا خطرناک فعل ہے۔ قرآن کریم نے اس فعل کو منافقوں کی خصلت قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ

وہ اپنے مونہوں سے ایسی باتیں نکالتے ہیں جن میں کچھ حقیقت نہیں ہوتی اور ان کے دل بھی ان کی صداقت کو تسلیم نہیں کرتے۔ صدر اسلام میں جب منافقوں نے مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلا کر مسلمانوں کے حوصلوں کو پست کرنا چاہا اور انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ تو اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنے فضل سے محروم اور لعنتی قرار دیا۔ اور فرمایا بہرحال کہیں بھی یہ لوگ پائے جائیں ان سے محارب فریق کا سلوک کیا جائے۔ یعنی انہیں قید کر لیا جائے۔ اور قتل کر دیا جائے۔ سورۃ احزاب میں ہے۔

لئن لم ینتہ المنافقون والذین فی قلوبہم مرض والمرجفون
فی المدینۃ لنغرینک بہم ثم لا یجاورونک فیہا الا قلیلا ملعونین
اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا

یعنی اگر منافق مرد اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے۔ اور وہ لوگ جو مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلاتے پھرتے ہیں باز نہ آئیں گے تو ہم تجھے ان لوگوں کے خلاف ایک دن کھڑا کر دیں گے۔ اور پھر وہ تیرے ساتھ اس شہر میں بہت ہی تھوڑی مدت تک ہمسائگی میں بسر کرینگے وہ جہاں کہیں بھی تمہارے قابو میں آئیں چاہیئے کہ پکڑے جائیں اور قتل کر دیئے جائیں کیونکہ وہ خدا کے رحم سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔

جھوٹی افواہ کے اثر کو زائل کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ قوم کے عقلمند اور ذمہ دار لوگ حقیقت پر سے پردہ اٹھائیں۔ ابہامی کیفیت کو دور کریں اور لوگوں کے اعتماد کو بحال کریں۔ اور ان میں محفوظ و مصئون ہونے کا احساس پیدا کریں ؛

اگر کوئی جھوٹی افواہ سنے تو اس کی کیا ذمہ واری ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں واضح ہدایت موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ (الحجرات)

اے ایماندارو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی اہم خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ناواقفی کی وجہ سے کسی قوم پر حملہ کر دو۔ اور پھر اپنے کیئے پر شرمندہ ہو جاؤ۔

پس جھوٹی افواہیں پھیلانا بہت بڑا گناہ ہے۔ ملک و قوم کے لئے یہ بڑا خطرناک ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ زبان کے چسکے اور عادت کے طور پر بلا سوچے سمجھے جھوٹی باتیں گھڑنے اور پھر ان کو پھیلانے سے نہ صرف خود پرہیز کرنا چاہیئے بلکہ اپنے ماحول میں بھی اس کے نقصانات اور مضرات کو بیان کر کے اس سے اجتناب کی تلقین کرتے رہنا چاہیئے اور اگر کوئی افواہ آپ تک پہنچے تو بجائے اس کے کہ آپ اسے سن کر دوسروں تک پہنچائیں اس کی تحقیق خود کر لیں اور اگر خود تحقیق نہ کر سکیں تو اسے ذمہ دار لوگوں تک پہنچا دیں کہ وہ اس کی تحقیق کر لیں تا اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے نقصانات اور مضرات سے قوم اور ملک محفوظ رہے۔ امید ہے کہ احباب ان قرآنی ہدایات کا خاص طور پر خیال رکھیں گے۔ آج کل اس اسلامی تعلیم پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے ؛

## (عارضی وقفِ زندگی بقیہ صت ۲۸)

۶۔ دیگر مشکلات میں مناسب راہ نمائی ہوتی رہے۔

اگر ہم اللہ تعالےٰ کی دی ہوئی توفیق سے ان مذکورہ ہدایات کے مطابق صحیح معنوں میں میدانِ عمل میں آ جائینگے تو جماعت کے تربیتی میدان میں جو کمی نظر آ رہی ہے۔ وہ بہت حد تک پوری ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ایک واقف دوسروں کو تلقین کرنے سے پہلے اپنا محاسبہ کرے گا۔ اور لِمَ تقولون ما لا تفعلون کی روشنی میں پہلے اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوگا۔ اس طرح انفرادی اور جماعتی اصلاح میں نمایاں نتائج مرتب ہو سکیں گے۔

آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بتایا ہوا نسخہ درازیٔ عمر پیش کیا جاتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔

"انسان اگر چاہتا ہے کہ اپنی عمر بڑھائے اور لمبی عمر پائے تو اس کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے دین کے واسطے اپنی عمر وقف کردے۔"

امید ہے کہ تمام عزیزان خصوصاً اور بزرگان عموماً اپنی عمریں بڑھانے کے خواہشمند ہوں گے۔ تو آئیے وقفِ عارضی کے انتظام کے تحت فکرمندی، سنجیدگی اور شوق اور محبت سے کام کرنے کے لئے اس عمر عزیز کے چند ایام ہر سال وقف کرتے رہیں تا اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں افرادِ جماعت کو اس اہم ذمہ واری کے اٹھانے کے قابل بنانے میں ممد و معاون ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق بخشے آمین۔

---

## قراردادِ تعزیت

مجلس انصار اللہ حلقہ گلبرگ لاہور کا ماہانہ اجلاس مورخہ ۹/۹/۷۷ کو مکرم و محترم ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب کے مکان پر منعقد ہوا۔ اس میں متفقہ طور پر محترم محمد اکرم مہاس صاحب مرحوم و مغفور کی ناگہانی وفات پر رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔ مرحوم اس مجلس کے جنرل سکرٹری اور بہت سرگرم ممبر تھے۔ اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ روحِ رواں تھے۔ اسی لئے ان کی جدائی سب ارکان بہت محسوس کر رہے ہیں۔ مہاس صاحب بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ بہت ملنسار، مہمان نواز، دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے اور شگفتہ مزاج تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین

خاکسار سید احمد خان جنرل سیکرٹری انصار اللہ گلبرگ لاہور

# امانت ـــــ ایک اہم خُلق

امانت نہایت اہم اور بنیادی خُلق ہے ۔ جب کوئی فرد یا قوم امین بن جائے تو کامیابی و کامرانی اس کے قدم چومتی ہے اور معاشرہ میں اسے باوقار مرتبہ عطا ہوتا ہے ۔ تاریخ عالم اس پر شاہد ناطق ہے کہ امانتدار قومیں ہمیشہ بام عروج پر پہنچیں اور خائن اقوام تنزل پستی اور غلامی کے گڑھوں میں گر گئیں ۔ پس امانت قوموں اور افراد کے لئے ترقی کا زینہ ہے ۔ یہ وہ راہ ہے جس پر چل کر انسان بامراد زندگی گزارتا ہے ۔

امانت سے مراد کسی چیز کا اس کے اصل مالک کو واپس لوٹا دینا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں امانت کے بارے میں تاکیدی حکم دیا ہے ۔ فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا (نساء)

یعنی اللہ تعالیٰ نے صرف یہ نہیں فرمایا کہ امانتیں مالکوں کو واپس کر دو بلکہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں مالکوں کو لوٹا دو ۔ اگر اللہ تعالیٰ صرف اتنا فرما دیتا کہ امانتیں واپس کر دو ۔ تو یہ بھی اپنی ذات میں حکم کا درجہ ہی رکھتا تھا ۔ پس یہاں یأمرکم یعنی تمہیں حکم دیتا ہے کا لفظ امانت کی اہمیت اور اس خلق پر خاص طور پر عمل کرنے کے لئے بطور تاکید استعمال فرمایا ہے ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں امانت کا خلق اس قدر نمایاں تھا کہ قریش مکہ آپ کو امین کہہ کر پکارتے تھے اہل مکہ آپ کی جان تک کے درپے ہونے کے باوجود اپنی امانتیں آپ ہی کے پاس رکھتے ۔ اور انہیں محفوظ خیال کرتے تھے ۔ چنانچہ جب قریش مکہ نے آپ اور آپ کے جاں نثار صحابہ پر مظالم کی انتہا کر دی ۔ اور مجبور کر دیا کہ آپ مکہ کی زمین سے ہجرت کر جائیں ۔ اس وقت بھی اہل مکہ کی بہت ساری امانتیں آپ کے پاس موجود تھیں آپ کو امانتوں کی واپسی کا اس قدر خیال تھا کہ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیچھے رکھ کر بطور خاص ان امانتوں کی واپسی کے لئے ارشاد فرمایا ۔ حالانکہ یہ امانتیں ان لوگوں کی تھیں جو مسلمانوں کا مال اور جائیدادیں اپنے قبضہ میں لے رہے تھے ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ صرف خود امانت پر قائم تھے بلکہ امانت کے بارے میں بار بار تاکید فرماتے تھے اور ایمان کی تکمیل کے لئے اسے ضروری قرار دیتے تھے ۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اپنے خطبہ میں یہ ذکر فرماتے تھے کہ جو شخص امانت دار نہیں اس کا ایمان کامل نہیں (مشکوٰۃ)

پس ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ امانت کو اپنا شعار بنالے اور خیانت سے نفرت کرے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عظیم روحانی فرزند اور ظلِ کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے امانت و دیانت پر بہت زور دیا ہے۔ اور امانت کی نہایت لطیف تشریح فرمائی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"واضح ہو کہ دیانت اور امانت انسان کی طبعی حالتوں میں سے ایک حالت ہے۔ اسی واسطے ایک شیر خوار بچہ بھی جو بوجہ کم سنی اپنی طبعی سادگی پر ہوتا ہے اور نیز بباعث صغر سنی ابھی بُری عادتوں کا عادی نہیں ہوتا اس قدر غیر کی چیز سے نفرت کرتا ہے کہ غیر عورت کا دودھ بھی مشکل سے پیتا ہے ۔۔۔۔ اب جب ہم گہری نظر سے بچہ کی اس عادت کو دیکھتے اور غور کرتے ہیں۔ اور فکر کرتے کرتے اس کی اس عادت کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں تو ہم پر صاف کھل جاتا ہے کہ یہ عادت جو غیر کی چیز سے اس قدر نفرت کرتا ہے کہ اپنے اوپر مصیبت ڈال لیتا ہے یہی جڑھ دیانت اور امانت کی ہے۔ اور دیانت کے خُلق میں کوئی شخص راستباز نہیں ٹھہر سکتا جب تک بچہ کی طرح غیر کے مال کے بارہ میں بھی سچی نفرت اور کراہت اس کے دل میں پیدا نہ ہو جائے۔" (اسلامی اصول کی فلاسفی)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس اہم خلق کے اپنانے کی توفیق عطا فرمائے آمین

(قائد تربیت مجلس انصار اللہ ربوہ)

---

# اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے

"اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہوگے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہوگے اور خدا اسے دیکھے گا۔ اور اس کے منصوبے کو توڑے گا تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی دن ایسا نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے۔ کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے۔ اور ہلاک ہونے لگتا ہے؟ پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے کیسے بے خود کیوں ہوتے؟ خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔" (کشتی نوح)

# پروگرام سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ مرکزیہ

منعقدہ ۲۸-۲۹-۳۰ اخاء/اکتوبر بابت سال ۱۳۵۶ہش ۱۹۷۷ء

## ۲۸ اخاء/اکتوبر ـــــ بروز جمعۃ المبارک

### اجلاس اوّل بعد دوپہر

| | | |
|---|---|---|
| ۳-۳۰ تا ۳-۴۰ | تلاوت قرآن کریم | مکرم حافظ مسعود احمد صاحب سرگودہا |
| ۳-۴۰ تا | دُعا، عہد و | حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی |
| | افتتاحی خطاب | خدمت میں درخواست کی جائے گی۔ |
| ۴۵ منٹ | ورزشی و تفریحی مقابلہ جات | |
| | وقفہ برائے نماز مغرب و عشاء و طعام | |

### اجلاس دوم

| | | |
|---|---|---|
| ۷-۳۰ تا ۷-۴۰ شام | تلاوت قرآن کریم | مکرم مولوی عبد العزیز صاحب بھامبڑی |
| ۷-۴۰ " ۷-۵۰ | نظم | " قریشی عبد الرحمٰن صاحب سکھر |
| ۷-۵۰ " ۸-۰۰ | درس قرآن کریم | " بشارت احمد صاحب بشیر |
| ۸-۰۰ " ۸-۱۰ | درس حدیث النبی صلے اللہ علیہ وسلم | " چوہدری محمد شریف صاحب |
| ۸-۱۰ " ۸-۲۰ | درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام | " پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب |
| ۸-۲۰ " ۸-۳۵ | الٰہی سلسلے | " مولانا شیخ مبارک احمد صاحب |
| ۸-۳۵ " ۸-۵۰ | ہمارے عقائد | " مولانا عبد المالک خان صاحب |

شب بخیر

## ۲۹ اخاء/اکتوبر ـــــ بروز ہفتہ

| | | |
|---|---|---|
| ۴-۳۰ تا ۵-۰۰ صبح | نماز تہجد | |
| ۵-۰۰ " ۵-۳۵ | نماز فجر | |

## اجلاس سوم

| | | |
|---|---|---|
| ۵-۱۵ تا ۵-۵۰ صبح | درس قرآن کریم | مکرم سید احمد علی شاہ صاحب |
| ۵-۵۰ ؍؍ ۶-۵ | درس حدیث النبی صلے اللہ علیہ وسلم | ؍؍ ملک سیف الرحمٰن صاحب |
| ۶-۵ ؍؍ ۶-۲۰ | درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام | ؍؍ مولوی محمد اسماعیل صاحب دیالگڑھی |
| ۶-۲۰ ؍؍ ۷-۲۵ | سیرۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم | |
| ۱۵ منٹ | بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں حضور کا اسوہ حسنہ | ؍؍ شیخ نور احمد صاحب منیر |
| ؍؍ | لین دین کے بارے میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ | ؍؍ مولوی بشارت احمد صاحب بشیر |
| ۵ منٹ | نظم | ؍؍ محمد احمد صاحب انور |
| ۱۵ منٹ | آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بیویوں سے حسن سلوک | ؍؍ مولانا شیخ مبارک احمد صاحب |
| ؍؍ | آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غریب پروری | ؍؍ ؍؍ عبد المالک خان صاحب |
| ۷-۲۵ تا ۸-۴۵ | ناشتہ وغیرہ | |

## اجلاس چہارم

| | | |
|---|---|---|
| ۸-۴۵ ؍؍ ۸-۵۳ | تلاوت قرآن کریم | مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر |
| ۸-۵۳ ؍؍ ۹-۰ | نظم | ؍؍ چوہدری شبیر احمد صاحب |
| ۹-۰ ؍؍ ۹-۳۰ | سیرۃ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم | |
| ۱۵ منٹ | حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ | مکرم حکیم خورشید احمد صاحب شاد |
| ۱۵ ؍؍ | حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ | ؍؍ مولوی نذیر احمد صاحب مبشر |
| ۹-۳۰ تا ۱۰-۳۰ | دعا. سالانہ رپورٹ کارگزاری | قائدین مرکزیہ |
| ۱۰-۳۰ ؍؍ ۱۲-۳۰ | مجلس شوریٰ | |
| ۱۲-۳۰ ؍؍ ۳-۰۰ | نماز ظہر و عصر و طعام | |

## اجلاس پنجم

| | | |
|---|---|---|
| ۳-۰۰ تا ۳-۸ | تلاوت قرآن کریم | مکرم قاری محمد عاشق صاحب |
| ۳-۸ ؍؍ ۳-۱۵ | نظم | ؍؍ مولوی عبد العزیز صاحب بھامڑی |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۵-۳ تا ۳۰-۳ | درس قرآن کریم | مکرم مولوی چراغ الدین صاحب |
| ۳۰-۳ " " - ۴ | سیرۃ صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام | |
| ۱۵ منٹ | ا۔ حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ | محترم مرزا عبدالحق صاحب سرگودھا |
| " | ب۔ حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ | مکرم مولانا غلام احمد صاحب فرخ |
| ۰۰-۴ تا ۲۰-۴ | علماء کا ایک بورڈ حاضرین جلسہ سے بعض سوالات کرے گا جو دوست جواب سے واقف ہوں گے ان کو جواب دینے کا موقعہ دیا جائے گا تسلی بخش جواب نہ ہونے کی صورت میں بورڈ کے ارکان وضاحت فرمائیں گے۔ | بورڈ کے ارکان<br>۱۔ مکرم مولوی عبدالمالک خان صاحب<br>۲۔ " ملک سیف الرحمٰن صاحب<br>۳۔ " صوفی بشارت الرحمٰن صاحب |
| ۲۰-۴ تا ۵ - ۵ | ۱۔ اجلاس ناظمین اعلیٰ / ناظمین اضلاع و مجلس عاملہ انصار اللہ مرکزیہ<br>ب۔ ورزشی مقابلہ جات<br>ج۔ تقریری مقابلہ<br>عنوانات<br>۱۔ خلافت سے وابستگی<br>۲۔ نماز باجماعت کی اہمیت<br>۳۔ پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار<br>۴۔ سادہ زندگی اور خدمت دین | منصفین<br>۱۔ مکرم نور الحق صاحب تنویر<br>۲۔ " ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب<br>۳۔ " شیخ عبدالوہاب صاحب اسلام آباد |
| ۵-۵ تا ۳۰-۷ | وقفہ برائے نماز مغرب وعشاء وطعام | |
| | اجلاس ششم | |
| ۳۰-۷ تا ۳۵-۷ شام | تلاوت قرآن کریم | مکرم محمد احمد صاحب انور |
| ۳۵-۷ " ۴۵-۷ | نظم | " قریشی عبدالرحمٰن صاحب سکھر |
| ۴۵-۷ تا | خطاب | مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس |

شب بخیر

## ۳۰ اخاء/اکتوبر ——— بروز اتوار

### اجلاس ہفتم

| | | |
|---|---|---|
| ۴-۳۰ تا ۵-۰۰ صبح | نماز تہجد | |
| ۵-۰۰ تا ۵-۳۵ | نماز فجر | |
| ۵-۳۵ تا ۵-۵۰ | درس قرآن مجید | مکرم حافظ بشیر الدین عبید اللہ صاحب |
| ۵-۵۰ تا ۶-۰۵ | درس حدیث النبی صلے اللہ علیہ وسلم | " مولوی محمد احمد صاحب جلیل |
| ۶-۰۵ تا ۶-۲۰ | درس ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام | " مکرم چوہدری محمد انور حسین صاحب |
| ۶-۲۰ تا ۶-۳۵ | صد سالہ جوبلی (حضور کے ارشادات کی روشنی میں) | مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی |
| ۶-۳۵ تا ۶-۵۰ | ابتلاؤں اور آزمائشوں میں مومنوں کا شیوہ | مکرم مرزا عبد الحق صاحب سرگودھا |
| ۶-۵۰ تا ۷-۰۵ | رسومات کے خلاف جہاد | مکرم مولوی غلام احمد صاحب فرخ |
| ۷-۰۵ تا ۷-۳۵ | ذکر حبیب علیہ السلام | انتظام بذمہ پروفیسر حبیب اللہ صاحب |
| ۷-۳۵ تا ۸-۴۵ | وقفہ برائے ناشتہ | |

### اجلاس ہشتم

| | | |
|---|---|---|
| ۸-۴۵ تا ۸-۵۲ | تلاوت قرآن کریم | مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب |
| ۸-۵۲ تا ۹-۰۰ | نظم | مکرم مرزا ارشاد احمد صاحب فاروقی |
| ۹-۰۰ تا ۹-۵۵ | سوال و جواب (نوٹ) سوالات افتاء، قضاء یا سیاسیات سے متعلق نہ ہوں گے | مکرم عبد المالک خان صاحب۔ مکرم شیخ مبارک احمد صاحب و مکرم ملک سیف الرحمن صاحب جواب دیں گے۔ |
| ۹-۵۵ تا ۱۰-۱۰ | خاتم النبیین کا مفہوم | مکرم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب |
| ۱۰-۱۰ تا ۱۰-۲۵ | آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بلند شان | مکرم مولانا دوست محمد صاحب |
| ۱۰-۲۵ تا ۱۰-۳۵ | نظم | مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب |
| ۱۰-۳۵ تا ۱۱-۱۰ | خطاب | مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس |
| ۱۱-۱۰ تا ۱۱-۲۰ | نظم | مکرم ثاقب صاحب زیروی |
| ۱۱-۲۰ تا | تقسیم انعامات و اسناد خوشنودی<br>اختتامی خطاب عہد و دعا | سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں درخواست کی جائے گی۔ |

——— ختم بالخیر ———

(قائم مقام قائد عمومی مجلس انصار اللہ)

# سوفیصد بجٹ ادا کرنیوالی مجالس انصار اللہ کی خصوصی دعائیہ فہرست

سالانہ اجتماع سے قبل سوفیصدی بجٹ ادا کرنے والی مجالس کی فہرست حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں برائے دعا پیش کی جائے گی انشاء اللہ تعالےٰ نیز یہ فہرست سالانہ اجتماع پر شائع ہونے والے میزانیہ میں بھی شائع کی جائے گی۔ مجالس کو اس فہرست میں شمولیت کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے آمین　　(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

## ۱۹۷۷ء کا بجٹ سوفیصد ادا کرنیوالی مجالس انصار اللہ

(قسط نمبر ۶)

۱۹۷۷ء کا بجٹ سوفیصد ادا کرنے والی مجالس انصار اللہ کی قسط نمبر ۶ شائع کی جارہی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان مجالس کے عہدداران اور اراکین پر اپنا فضل فرمائے اور اموال و نفوس میں برکت ڈالے آمین　　(قائد مال مجلس انصار اللہ)

| نام مجلس | ضلع | نام مجلس | ضلع |
|---|---|---|---|
| چک 58/4 ٹکڑہ | فیصل آباد | چک 266 احمد آباد | گجرات |
| " 137/ر ب چوہڑی | " | ستوکے | " |
| " 266/ر ب کھرڑیانوالہ | " | بھمبر | آزاد کشمیر |
| " رجانہ | " | ناصر آباد | تھرپارکر |
| یقساپور | گوجرانوالہ | نفیس نگر فارم | " |
| کولوتارڑ | " | سمبڑیال | سیالکوٹ |
| چک 11 | بہاول نگر | شرقپور خورد کوٹ عبدالمالک | شیخوپورہ |
| میرک | ساہی وال | چک 101 | مظفر گڑھ |
| محمودہ | راولپنڈی | بشیر آباد | ڈیرہ غازی خان |
| گوٹریالہ | گجرات | کوٹ قیصرانی | " |
| ملک پور مرزا | " | ہیّی | لیہ در |
| گولیکی | " | بستی کندھارا سنگھ | رحیم یار خان |
| | | مارٹن روڈ | کراچی |

# تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں چندہ دینے والے اصحاب

(قسط نمبر ۱۲)

مبلغ ۳۰۰ روپے یا اس سے زائد رقم تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں ادا کرنے والے مخلص حضرات کی قسط نمبر ۱۲ درج ذیل ہے۔ گیسٹ ہاؤس کی عمارت پر نصب ہونے والی سنگ مرمر کی یادگار تختی پر ایسے حضرات کے اسمائے گرامی کندہ کروائے جا رہے ہیں۔ جو احباب اپنے یا اپنے والدین یا فوت شدہ عزیز و اقارب کے نام اس یادگار تختی پر محفوظ کرانا چاہتے ہوں۔ ان کے لیے ابھی موقعہ ہے۔ کہ مبلغ ۳۰۰ روپے یا اس سے زائد رقم ادا کر کے اس کارِ خیر میں شامل ہوں۔ اور آنے والی نسلوں کے لیے یادگار چھوڑ جائیں۔

| | روپے |
|---|---|
| ۱۔ منشی فتح دین صاحب مرحوم و راج بی بی صاحبہ مرحومہ منجانب پسر مولوی عنایت اللہ صاحب۔ فاضل قادیانی وزیر آباد | ۳۰۰ـــ۰۰ |
| ۲۔ چوہدری عمر الدین صاحب منجانب نثار احمد صاحب ایڈووکیٹ چشتیاں۔ ضلع بہاولنگر | ۳۰۰ـــ۰۰ |
| ۳۔ قاضی سعید احمد صاحب زعیم انصار اللہ صف دوم منڈی بہاؤ الدین | ۳۱۲ـــ۰۰ |
| ۴۔ امۃ الہادی صاحبہ بیگم محمد رشید الدین صاحب ایم۔ اے نگران صدر قیادت ۲ لجنہ کراچی | ۳۰۵ـــ۰۰ |
| ۵۔ کرنل ملک سلطان محمد خان صاحب امیر جماعت ضلع کیمل پور منجانب سلطان رشید صاحب (پسر) صدر جماعت احمدیہ کوٹ فتح خاں ضلع کیمل پور | ۵۰۰ـــ۰۰ |
| ۶۔ شیخ جان محمد صاحب مرحوم منجانب میجر منظور احمد صاحب (پسر) ساہی وال شہر | ۳۰۱ـــ۰۰ |
| ۷۔ میجر (ریٹائرڈ) منظور احمد صاحب ساہی وال شہر والد محترم چوہدری حمید اللہ صاحب ناظر اعلیٰ | ۱۰۰۳ـــ۰۰ |
| ۸۔ بابو محمد بخش صاحب منجانب چوہدری محمد صادق صاحب (پسر) دار النصر ربوہ | ۳۱۲ـــ۰۰ |
| ۹۔ نانا جان حضرت مولوی وزیر الدین برادر غلام رسول صاحب ٹھیکیدار مرحوم حمید الدین صاحب شہید بی۔ اے بی ٹی۔ خالہ چراغ بی بی صاحبہ مرحومہ و برکت بی بی صاحبہ مرحومہ ہمشیرہ عزیزبی بی صاحبہ منجانب حکیم محمد جمیل صاحب راولپنڈی | ۱۰۰۰ـــ۰۰ |
| ۱۰۔ ملک منور احمد صاحب جاوید مغل پورہ لاہور | ۳۰۰ـــ۰۰ |

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان حضرات کی اس قربانی کو شرف قبولیت سے نوازے۔ اور ان کے اموال و نفوس میں برکت ڈالے۔ آمین

(قائد مال مجلس انصار اللہ ربوہ)

# دعا

"دعا کی مثال ایک چشمہ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے وہ جب چاہے اس چشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کر سکتا ہے۔ جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح مومن کا پانی دعا ہے جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس دعا کا ٹھیک محل نماز ہے جس میں وہ راحت اور سرور مومن کو ملتا ہے کہ جس کے مقابل ایک بدمعاش کا کامل درجہ کا سرور جو اسے کسی بدمعاشی میں میسر آ سکتا ہے ہیچ ہے۔ بڑی بات جو دعا میں حاصل ہوتی ہے وہ قرب الہی ہے۔ دعا کے ذریعہ ہی انسان خدا تعالی کے نزدیک ہو جاتا اور اسے اپنی طرف کھینچتا ہے جب مومن کی دعا میں پورا اخلاص اور انقطاع پیدا ہو جاتا ہے تو خداتعالی کو بھی اس پر رحم آ جاتا ہے اور خداتعالی اس کا متولی ہو جاتا ہے اگر انسان اپنی زندگی پر غور کرے تو الہی تولی کے بغیر انسانی زندگی قطعاً تلخ ہو جاتی ہے۔ دیکھ لیجئے جب انسان بلوغت کو پہنچتا ہے اور اپنے نفع و نقصان کو سمجھنے لگتا ہے تو نامرادیوں، ناکامیابیوں اور قسما قسم کے مصائب کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے وہ ان سے بچنے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرتا ہے۔ دولت کے ذریعہ، تعلق حکام کے ذریعہ، قسما قسم کے حیلہ و فریب کے ذریعہ، وہ بچاؤ کے راہ نکالتا ہے لیکن مشکل ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہو۔ بعض وقت اس کی تلخ کامیوں کا انجام خود کشی ہو جاتی ہے۔ اب ان دنیاداروں کے غموم و ھموم اور تکالیف کا مقابلہ اھل اللہ اور انبیاء کے مصائب کے ساتھ کیا جاوے تو انبیاء علیہم السلام کے مصائب کے مقابل اول الذکر جماعت کے مصائب بالکل ہیچ ہیں لیکن یہ مصائب و شدائد اس پاک گروہ کو رنجیدہ و محزون نہیں کر سکتے۔ ان کی خوشحالی اور سرور میں فرق نہیں آتا کیونکہ وہ اپنی دعاؤں کے ذریعہ خداتعالی کی تولی میں پھر رہے ہیں۔ دیکھو اگر ایک شخص کا ایک حاکم سے تعلق ہو اور مثلاً اس حاکم نے اسے اطمینان بھی دلایا ہو کہ وہ اپنے مصائب کے وقت اس سے استعانت کر سکتا ہے تو ایسا شخص کسی ایسی تکلیف کے وقت جس کی گرہ کشائی اس حاکم کے ہاتھ میں ہے عام لوگوں کے مقابل کم درجہ رنجیدہ اور غمناک ہوتا ہے تو پھر وہ مومن جس کا اس قسم کا بلکہ اس سے زیادہ مضبوط تعلق احکم الحاکمین سے ہو وہ کب مصائب و شدائد سے گھبراویگا" (ملفوظات جلد ھفتم ص ۵۹-۶۰)

ٹائیڈل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا